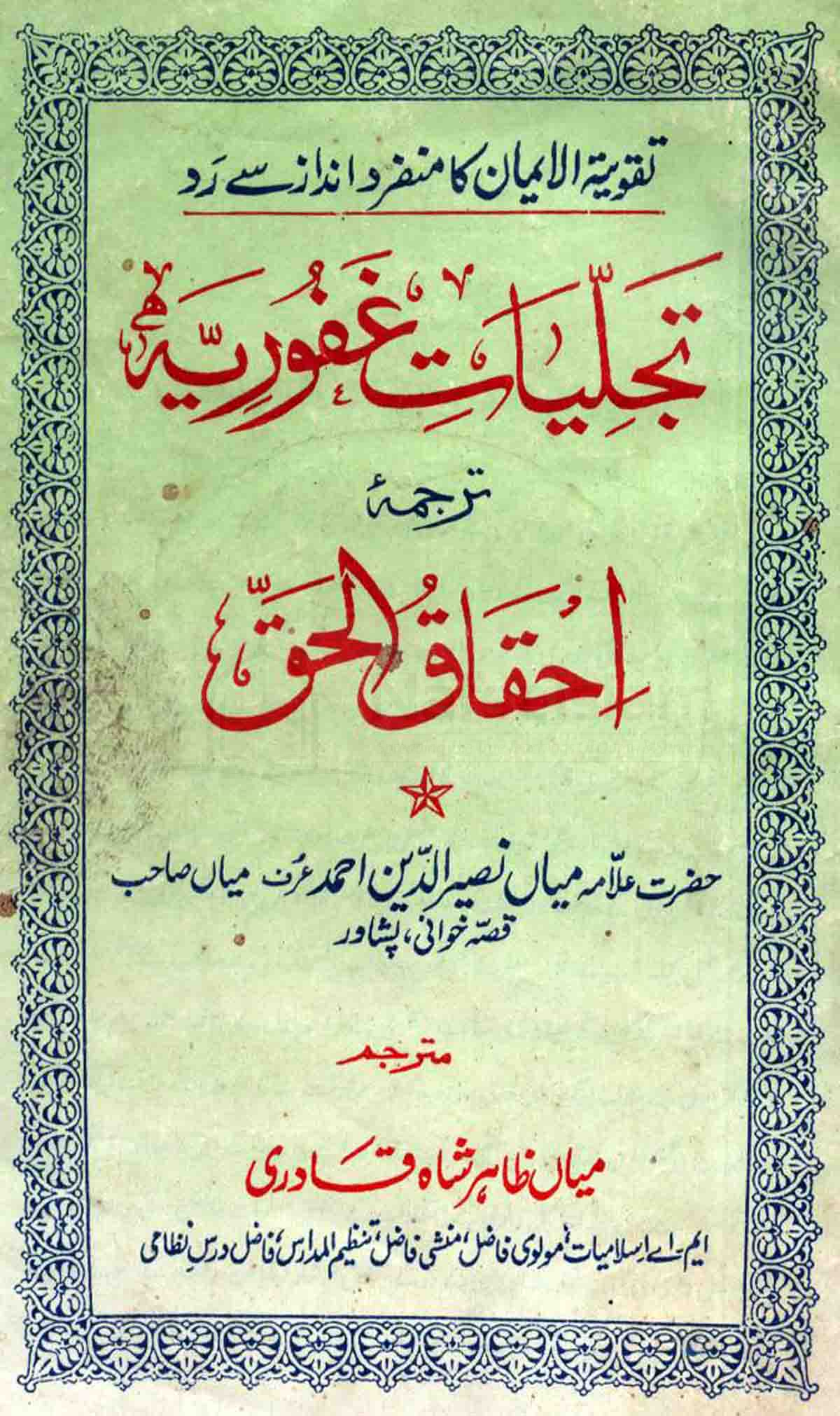


تقویۃ الایمان کا منفرد انداز سے رد

تجلیاتِ غفوریہ

ترجمہ

احقاق الحق

حضرت علامہ میاں نصیر الدین احمد عرف میاں صاحب
قصہ خوانی، پشاور

مترجم

میاں ظاہر شاہ قادری

ایم۔اے اسلامیات، مولوی فاضل، منشی فاضل، تنظیم المدارس، فاضل درسِ نظامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

پیش لفظ

از۔ میاں ظاہر شاہ قادری مترجم کتاب ھذا بریں سوات

یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسلام کی ترویج اور تشہیر میں جو زیادہ حصہ لیا ہے وہ صوفیاء کرام ہیں۔ انہوں نے لوگوں کے دلوں کو اسلام کی روشنیوں سے منور کردیا۔ ہندو ملک میں سب سے پہلے حضرت پیر سید علی ہجویری آئے اور انہوں نے ہندوپاک میں اسلام پھیلایا۔ کئی غیر مسلم سکھ، ہندو، بدھ مذہب کے پیروکار حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کے بعد ہندوپاک میں خواجہ خواجگان حضرت معین اجمیری چشتی تشریف لائے اور ہندوستان کے کونے کونے تک اسلام کو پھیلایا اسی طرح صوبہ سرحد کے روحانی پیشوا قادریت کے مشعل حضرت مولانا عبدالغفور صاحب المعروف سوات صاحب نے انگریزوں کے خلاف جھنڈا بلند کیا تھا اور اپنے تمام خلفاء مریدین کو انگریزوں کے خلاف جہاد پر سرگرم عمل کیا۔ آپ کے خلیفہ حضرت نجم الدین صاحب المعروف ہڈے صاحب نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا اور پھران کے خلیفہ حاجی صاحب ترنگزی نے تو انگریزوں کے خلاف سخت جہاد کیا تھا ابھی تک انگریزوں کے خلاف لوگوں میں حاجی صاحب کا نام سرفہرست ہے۔ سکھوں کے خلاف ایک تحریک سید احمد بریلوی کی بھی اس وقت عروج پر تھی۔ آپ نے بمعہ اپنے مریدین کے اس کا ساتھ دیا لیکن جب آپ کو سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی کے اعتقادات کے متعلق معلومات حاصل ہوئی تو اپنے دو خلفاء کو اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کے رد کے متعلق ارشاد فرمایا ان دو خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں (۱) مولانا مرید محی الدین نوشہروی اور (۲) پشاور کے نادر روزگار مولانا میاں نصیر احمد عرف میاں

صاحب قصہ خوانی، بعض تذکرہ نگار حضرات کو یہ علم نہیں کہ آپ اس تحریک سے الگ ہوئے تھے۔ ان تذکروں میں سے ایک احوال العارفین ہے۔ یہ کتاب حافظ غلام فرید صاحب نے لکھی ہے اور اس کے سرورق پر لکھا ہے۔ "تذکرہ قادریہ مجددیہ غفوریہ" اس میں حافظ غلام فرید لکھتے ہیں۔ "گوشہ نشینی کے زمانہ میں حضرت سید احمد شہید بریلوی ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ ۶ مئی ۱۸۳۱ء بغرض جہاد تشریف لائے تھے۔ غالباً" جمادی الاول ۱۲۴۲ھ دسمبر ۱۸۲۶ء میں آپ حضرت شہید رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ شامل رہے (احوال العارفین ۱۰۱) ایسے دوسرے تذکرہ نگار بھی ہیں جن کو سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی سے آپ کا کنارہ کش ہونا معلوم نہیں اور اگر ہے بھی تو اس کا ذکر اس لئے نہیں کیا تھا کہ وہ تمام کے تمام سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی کے مداح ہیں۔ اس حقیقت کو حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی نے تذکرہ اکابر اہل سنت میں ظاہر کیا ہے آپ اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں "جب سید احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی جماعت کے ساتھ پشاور کا رخ کیا تو حضرت اخوند صاحب نے سکھوں کو پشاور سے نکالنے اور مسلمانوں کو ان کے جبر و استبداد سے نجات دلانے کے لئے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ پشاور فتح ہونے کے بعد مذکورہ جماعت نے اپنے عقائد و اعمال کو عملی طور پر نافذ کرنا شروع کیا جہاں تک غیر شرعی رسوم اور منکرات کے انسداد کا تعلق تھا وہاں تک حضرت اخوند پیش پیش رہے کیونکہ یہ تو آپ کا مشن تھا جسے آپ پہلے سے جاری کئے ہوئے تھے لیکن جب عقائد کا معاملہ آیا تو نہ صرف آپ مذکورہ جماعت سے الگ ہوگئے بلکہ ان کے ایسے عقائد کی بھی کھلم کھلا مخالفت کی جو مسلک اہل سنت کے خلاف تھے اور آپ کے ایما پر آپ کے خلفاء افاضل نے ان کے عقائد کے رد میں مستقل کتابیں لکھیں۔ ان میں مولانا مرید محی الدین نوشہروی اور پشاور کے نادر روزگار فاضل مولانا نصیر احمد المعروف بہ میاں صاحب قصہ خوانی قدس سرہما کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔" (تذکرہ اکابر اہل سنت ۲۴۶ مکتبہ قادریہ لاہور)

اب ہم نے تو مولانا مرید محی الدین نوشہرہ کی تالیف نہیں دیکھی لیکن حضرت العلامہ میاں نصیر احمد صاحب کی کتاب احقاق الحق جو تقویۃ الایمان کے رد میں لکھی تھی وہ آپ کے سامنے ہے اس کتاب کو عوام

کے فائدے کیلئے ترجمہ کر کے پیش خدمت کیا جاتا ہے اور وہ شبہ بھی نہ رہا جو حضرت اخوند صاحب کے متعلق پیدا ہوا تھا۔ حضرت العلامہ مولانا میاں نصیرالدین صاحب پشاور کے نامور علما میں سے تھے آپ کے والد کا نام صوفی غلام محمد نوشاہی تھا۔ پشاور کے معروف محدث مولانا گل فقیراحمد صاحب آپ کے صاجزادہ تھے۔ محدث مولانا گل فقیراحمد صاحب' حضرت العلامہ پیر طریقت مشعل راہ قادریت مولانا سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی کے استاد تھے۔ حضرت گل فقیراحمد صاحب کے دو صاجزادے ہیں ایک کا نام مولانا محمد بشیر گل احمد صاحب جو کہ محمد علی جوہر روڈ قصہ خوانی مسجد کے خطیب ہیں اور دوسرے صاجزادے کا نام مولانا ڈپٹی غلام احمد صاحب ہیں۔ دونوں اچھے نیک عقیدہ علماء ہیں۔ فقیر نے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے اس کتاب کا ترجمہ کیا۔ جو کہ آپ کے ہاتھوں میں ہے میاں نصیرالدین صاحب نے یہ کتاب ۱۲۸۱ء میں لکھی تھی اور جمعرات کے دن رجب کے مہینہ میں اختتام پذیر ہوا اور فقیر نے ۱۹۸۹ء میں ترجمہ کیا اور بروز جمعہ نو بج کر دس منٹ ۱۲ر اپریل میں اختتام کو پہنچایا۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

میاں ظاہر شاہ قادری

مدین سوات

تمام تعریفیں رب کے لئے ہیں جو عالمین کا پالنے والا ہے اور نہایت رحم کرنے والا مہربان ہے۔ روز جزا کا مالک ہے، تمام اچھی صفتوں سے متصف ہے اور وہ رحم کے مستحقین پر رحم کرنے والا ہے اور یہ وہی ذات ہے کہ ہم اس کی عبادت نہایت عاجزی سے کرتے ہیں اور اس سے مدد طلب کرتے ہیں اور اس سے ہم شرع متین پر استقامت طلب کرتے ہیں۔ درود و سلام ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو خاتم النبین ہیں جو تمام رسولوں اور ملائیک سے افضل ہیں اور آپ کے آل و اصحاب پر بھی درود ہو جو سیدھے راستے پر چلنے کی دعوت دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور تمام مجتہدین اور ہمارے تمام اسلاف پر بھی ہو۔ حمد و صلوۃ کے بعد بندہ گناہ گار نصیر احمد ساکن قصہ خوانی عرض پرواز ہے کہ اس دنیا میں مفاسد اور فتنے برپا ہو گئے ہیں اس وجہ سے کہ اسلامی حکمران نہیں ہے اور کافر لوگ مسلط ہو گئے ہیں اور علماء کرام بھی ست ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ چھلکے اور مغز کا فرق نہیں رہا اور لوگ باطل و حق و ثواب میں تمیز نہیں کرتے اور یہ ان کی ہلاکت ہے۔ بے شک کہ فرقہ وہابیہ کے اسلامی فرقوں پر ان کی سرکشی اور فاسد عقائد ظاہر ہو گئے ہیں اور ان کے خراب عقائد لوگوں پر بھی ظاہر ہو گئے ہیں۔ اگر لوگوں کو پند نصیحت نہ ہو جائے تو وہ تمام شکوک میں گر جائیں گے تو علماء پر لازم ہے کہ وہ امر بالمعروف اور برائیوں سے بچنے کا حکم زبان پر جاری کریں یہاں تک کہ وہ ان کو گناہوں سے نجات دلائے اور حق سے روگردانی سے باز رکھے۔ تفسیر احمدی میں اس کے لئے شرائط لکھی ہیں کہ وہ اس کی قدرت میں ہو اور یہ بھی بتایا گیا کہ وہ فساد اور فتنے کا سبب نہ بنے اور نہ زیادہ گناہوں کا سبب بنے جیسا کہ مواقف میں بھی تصریح کی ہے اور اس پر حضور صلی اللہ عنہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک ہے اے لوگو اگر اس کی طاقت نہ ہو کہ وہ منع کرائے پس شاید اس وجہ سے انہوں نے کہا ہے کہ حکم ہاتھ کا یہ امراء کی طرف اشارہ ہے اور زبان سے منع کرنا یہ علماء کی طرف اشارہ ہے اور دل سے برا جاننا یہ عوام کیلئے ہے۔ پس جان لو اس سے کہ زبان سے حکم کرنا یہ علماء پر لازم ہے اور اس میں اس طرح ہے کہ معروف وہی ہے جو قرآن و حدیث کے مواقف ہو اور منکر وہ ہے جو قرآن و حدیث کے مخالف ہو یا معروف نیکیاں ہیں اور منکر گناہ ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وہ فرض ہے جس میں شبہ نہ ہو

جو آیات اور احادیث سے ثابت ہو اور اس پر اجماع منعقد ہو گئی ہو اور اس معاملہ میں یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی ہے واذ اخذ اللہ مثاق الذین کہتے ہیں کہ وہ اس بات پر دلیل ہے کہ علماء پر واجب ہے کہ وہ لوگوں کو حق بیان کریں اور ان کو سمجھائے اور ان سے کچھ نہ چھپائیں۔ فاسد غرض کے لئے کہ ظلمت ان پر آسان ہو یہ ان کے نفوس کو خوش کرنے کے لئے یا کسی دنیاوی فائدہ کے لئے یا ضرر کے دفعہ کرنے کے لئے یا علم پر بخل کے سبب سے حدیث شریف میں ہے. جس نے اپنے اہل سے علم کو چھپایا تو اس کو آگ کی لگام ڈالی جائے گی اس پر تفسیر مدارک نے بھی تصریح کی ہے اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے کہ جاہل لوگوں کا مواخذہ اس وقت تک نہیں ہے کہ وہ سیکھے یہاں تک کہ پکڑے وہ جو اہل علم ان کو سکھائے۔ تفسیر بنیادی میں بھی اس کی تصریح ہو چکی ہے اور تفسیر کشاف اور امام زاہدی نے اس کے متعلق اور آثار بھی ذکر کئے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ علماء پر تعلیم واجب ہے اور ان پڑھ پر اس پر عمل کرنا جو اپنے مقتضا سے تقاضا کریں۔ تحفتہ الفقہاء اور فتاوی سراجیہ میں ہے کہ امربالمعروف واجب جب وہ یہ جان لے کہ یہ سننے والے ہیں تو اس کے لئے امربالمعروف جائز ہے اگرچہ اس کو اس کے کہنے پر اس کو تکلیف بھی پہنچ جائے۔ تذکرہ الابرار والاشرار میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا جب بدعت ظاہر ہو جائے میری امت میں اور میرے صحابہ کو گالیاں دیں پس عالم اپنے علم کو ظاہر کریں جس نے یہ نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ اور ملائیک اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اس کا بعض حصہ تفسیر احمدی وغیرہ میں بھی مذکور ہے کہ امربالمعروف زبان اور ہاتھ سے علماء اور امر پر لازم ہے پس اس وجہ سے جس کو پیش آیا وہ بدعت کا مٹانے والا سنت پر عمل کرنے والا علامہ محقق اور یگانا روزگار مدقق حامی الفضلاء برہان العلماء بدنی گندگی سے پاک قطب عالم قدوۃ العارفین سید الکاشفین سلطان المرشدین شمس عالم الغیب والشہود اس کی ذات و صفات سے بغیر عناد گر کے کوئی انکار کرنے والا نہیں ہے۔ ابوالبرکات صاحب سوات رحمتہ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے پس میں نے اپنے نفس سے مشورہ کیا کہ میں ایک مختصر رسالہ لکھوں اور اس میں فرقہ نجدیہ (وہابیہ) کی منشاء ظاہر کروں اور ان کے عقائد فاسدہ کے جوابات کے ساتھ جو معتبر کتابوں سے مستنبط ہو لکھوں کہ عوام و خواص اس کو مطالعہ کریں اور ان کے عقائد سے دور رہیں اور ان کے ساتھ اور ان کے تابع داری کرنے والے کے ساتھ خلط ہونا چھوڑ دیں۔

پس میں نے اس رسالہ کے اختتام پر اس کتاب کا نام احقاق الحق رکھا اور یہ میں نے حضرت مخدوم مذکورہ کی خدمت میں پیش کیا میرے استاد جرالطمطام مصدالافاضل مفخرالاماثل حجتہ الخلف رئیس المحققین امام المدققین فخراہل زمان مولانا مفتی محمد احسن کے مطالعہ کے بعد (حضرت مخدوم کی خدمت پیش ہوا) یااللہ ہمیں حق دکھا اوراس کی تابع دار ہمارے نصیب فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنا ہمارے نصیب فرما۔

بحث اول

جاننا چاہئے کہ فرقہ وہابیہ منسوب ہے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف جیسا کہ ردالمختار شرح درمختار میں ہی وہ لکھتے ہیں جیسے کہ ہمارے زمانہ میں واقع ہوا محمد بن عبدالوہاب کے پیروکار جو نجد سے نکلے اور حرم شریف پر غلبہ حاصل کیا اپنے آپ کو حنبلی مذہب والے کہتے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہی لوگ مسلمان ہیں اور جوان کے عقیدہ کے مخالف ہیں وہ مشرک ہیں۔ اس پر وہ اہل سنت کے قتل کو مباح سمجھتے تھے اور ان کے علماء کو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اور ان کی شوکت کو توڑ ڈالا ان کے شہروں کو خراب کیا۔ مسلمانوں کے لشکر ان پر غالب آگئے۔ ۱۲۳۳ھ میں۔ پھر ان کا مذہب ہندوستان میں پھیل گیا۔ بعض نے ان کے حق میں رسالے لکھے کہ مسلمانوں کے عقائد خراب ہوجائے بعض رسائل میں سے ایک رسالہ تقویتہ الایمان ہے۔ جیسا کہ بعض رسالوں میں آیا ہے کہ ہمارے ملک میں اس زمانہ میں ایک قوم ہے جو تفریق کرتے ہیں کلمہ اسلام میں اور اہل سنت وجماعت کی مخالفت کرتے ہیں اور اصول اور فروغ میں اور اپنے آپ کو موحدین کہتے ہیں اور جو ان کے سوا ہیں یعنی متقدین اور متاخرین وہ تمام مشرک ہیں ان میں سے ایک اس بیان کی بنیاد ہے جس نے اس کے حق میں ایک کتاب لکھی۔ اس کا نام تقویتہ الایمان رکھا۔

ان کے مبتدعات میں سے بعض یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض افعال کو تعظیم کے لئے خاص کئے ہیں اور اسی کو عبادت کہا جاتا ہے جیسا کہ سجدہ اور رکوع وقیام اور ہاتھوں کو سینہ پر رکھنا اور اس کے نام پر مال کو خرچ کرنا اور دور سے سفر کا ارادہ کرنا اور اس پر غلاف ڈالنا اور اللہ سے اسی جگہ میں سوال کرنا

پتھروں کو چومنا اور چراغوں کو روشن کرنا مجاوری کرنا اور اس کے کنویں کے پانی سے تبرک رخصتی کے وقت الٹا پاؤں چلنا اور اردگرد کا ادب کرنا وغیرہ میں جس نے نبی کے لئے یہ بتایا ولی کے لئے یا خبیث اور جنات کے لئے یا کسی صادق و کاذب کی قبر کے لئے یا کسی کے معتکف کے لئے یا کسی مکان کے لئے یا کنویں یا تابوت کے لئے ان اقسام میں سے کیا یا ان کے لئے سجدہ کریں یا رکوع کریں اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جائے یا اس کی طرف دور سے سفر کریں یا اسی جگہ چراغ کو روشن کریں یا غلاف اور چادر وہاں ڈالے یا ان کے نام پر ایک جھنڈا گاڑ دیں یا ان کی قبر کو چومے یا ان کا خزہ ہلادیں یا اس پر خیمہ گاڑ دیں یا رخصتی کے وقت الٹے پاؤں چلے یا ان کے چوکھٹ کو چومے یہاں وہاں مجاور بنے یا اس کے اردگرد کو معظم جانے ان جیسے افعال کریں تو وہ مشرک ہو جاتا ہے ان کا سمجھنا برابر ہے کیونکہ یہ چیزیں ان کی ذلت (یعنی بتوں) کی تعظیم کے لئے خاص کئے ہیں یا اللہ تعالیٰ ان کی تعظیم سے راضی ہوتے ہیں اور ان کی تعظیم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے مشکلات حل کر دیتے ہیں ہر طریقہ سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ یہ تلخیص کیا گیا اور ترجمہ عربی میں دیا گیا اور یہ ایک قطرہ تقویۃ الایمان کے طوفان میں سے ہے۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ جو تقویت الایمان میں ذکر کیا گیا یا اس میں جو بیہودہ باتیں لکھی ہیں یہ سنی عقیدہ کے مخالف ہیں اور طریقہ شیعہ بخدیہ کے موافق ہیں جو عبدالوہاب بخدی نے ایجاد کی ہیں اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے نجد کے حق میں فرمایا کہ وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور اس سے شیطان کی سینگ نکلے گی اس روایت کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور یہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے لئے ہے اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے محمد بن عبدالوہاب کے علاوہ دوسرے کے لئے نہیں فرمایا اور اس سلسلہ میں اس نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام کتاب التوحید ہے اور تقویۃ الایمان کتاب التوحید کی تقلید اور تائید ہے گویا کہ وہ اجمال کی تفصیل ہے اور گمراہی کی تکمیل ہے اور علماء حرمین شریفین اور اس کے بدعات اور اختراعات کے رد متفق ہیں۔

بحث دوم

اور ان میں سے ایک اور کتاب تصنیف کیا گیا ہے جس کا نام اربعین مسائل ہیں اس میں کہا ہے کہ امداد

طلب کرنا اہل قبور سے جس طریقہ سے بھی ہو جائز نہیں جیسا کہ شیخ عبدالحق نے مشکواۃ شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ امداد طلب کرنا نبی کے علاوہ بہت سے فقہا نے انکار کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ زیارت مردوں کے لئے دعا اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے ان کے گناہوں کی معافی کی درخواست کرنا اور ان کو دعا اور تلاوت قرآن پاک سے نفع پہنچانا ہے۔ اس عبارت سے یہ فائدہ نکلتا ہے کہ انبیاء علیہم اسلام کی قبور مستثناء ہیں ممانعت کے حکم سے امداد قبور سے طلب کرنا' اس وجہ سے کہ انبیاء علیہم السلام ابدی حیات برزخ میں ان کے لئے ثابت ہے اور شہدا کے علاوہ دوسروں کے لئے ثبوت نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حیات برزخی دنیا کی حیات کے مثل نہیں ہوسکتے اور دنیا کی حیات کے احکام اسی جگہ تبدیل ہوجاتے ہیں تو اسی وجہ سے استثناء بھی صحیح نہیں ہے۔ ہمیں حق یہ ہے کہ فقہا کا انکار عام ہیں کہ امداد طلب کرنا خواہ انبیا علیہم السلام سے ہو یا دوسروں سے جیسا کہ عبارت کتب فقہا سے واضح ہوجاتا ہے جو جواب میں وارد ہے اور جو صاحب مجمع البحار میں کہا ہے کہ جس نے زیارۃ قبور انبیاء کا قصد کیا اور ان کے دربار میں دعا مانگے اپنے حاجتوں میں پس یہ جائز نہیں۔ مسلمانوں کے علما میں سے کسی نے جائز نہیں رکھا کیونکہ عبادت اور اپنی حاجتوں میں امداد طلب کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا اکیلا حق ہے۔ امام بغوی نے معالم التنزیل میں کہا ہے وہ کہتا ہے کہ استعانت یہ عبادت کا ایک قسم ہے اور عبادت فرمانبرداری ہے۔ تذلل اور عاجزی کے ساتھ پس بندہ ذلت و تابع داری سے مسمی ہوا اور کہا جاتا ہے عبادت کرنے کا راستہ یعنی تذلل سے تابع دار ہونا۔

حدیث شریف میں ہے ان عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں حضور علیہ الصلواۃ والسلام سے پیچھے تھا پس آپ نے فرمایا کہ اے غلام کہ اللہ سے حفاظت مانگو اللہ تعالیٰ تمہیں حفاظت دے گا۔ اللہ سے حفاظت مانگو اللہ کی حفاظت تم پاؤ گے۔ اپنے مرتبہ کے مطابق اور جب اللہ سے تم سوال کرتے ہو پس تم اللہ سے سوال کرو۔ جان لو کہ امت اگر اس پر جمع ہوجائے کہ تمہیں کسی چیز کا فائدہ دیں وہ ہرگز تمہیں فائدہ نہیں دے سکتا۔ کہ وہ چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقرر کیا ہو اگر تمام امت اس پر جمع ہوجائے کہ تمہیں ضرر پہنچائے کسی چیز کا وہ مگر اس چیز سے جو تمہارے لئے مقرر ہوچکا ہو۔ قلموں کو اٹھائے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہوچکے ہیں۔ اس روایت کو امام احمد نے اور ترمذی نے نقل کیا

ہے اسی طرح مشکواۃ میں بھی ہے یہ اربعین کی عبارت تھا جو نقل ہوا اور یہاں میں نے ترجمہ کرایا بعض رسائل کا۔

بحث سوم

ان میں سے بعض نے اللہ تعالیٰ کو جھل اور عجز اور کذب اور تمام نقائص اور عیوب و قبائح اور فواحش سے متصف کیا ہے اور ان کے ھفوات میں سے یہ ہے کہ انسان جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہ ہو تو انسان کی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بڑھ جاتی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ خاتم النبین کے بعد نبی کا امکان بھی ہو سکتا ہے اور خاتم النبیین کے ساتھ عام مسلمانوں کے برابر جائز ہے زیادہ ثواب میں اور رب الارباب کے قرب میں اور یہاں تک لکھا گیا ہے کہ خاتم النبیین سے قرب اور کثرت ثواب میں کسی کا افضل ہونا جائز ہے ایسا بیان بعض رسالوں میں ہے۔

جیسا کہ خلیل ئد انیٹھوی نے براھین قاطعہ میں کہا ہے کہ امکان کذب باری تعالیٰ کا مسئلہ۔ اب کسی نے جدید نہیں نکالا بلکہ قدما میں بھی اختلاف ہوا ہے۔ یک روزی میں اسماعیل دہلوی نے بھی ایسا کہا ہے۔ ایسا بیان جھد المقل میں بھی ہے حالانکہ ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے چونکہ کذب عیب ہے اور اللہ تعالیٰ پر عیب لگانا یہ کفر صریح ہے۔ بندہ کو اللہ تعالیٰ پر قیاس مع الفارق ہے کیونکہ بندہ بندہ ہے اور خالق خالق۔ بندوں کے اعمال خالق پر قیاس کرانا جھل عظیم ہے۔" (میاں ظاہر شاہ قادری)

چوتھا بحث

بعض نے انبیاء کی توہین کی ہے اور شیخین کو برا بھلا بھی کہا ہے اور لواطت کو بچوں کے ساتھ مباح ٹھہرایا اور اللہ تعالیٰ کا آنا کسی مکان میں اور جرائیل علیہ السلام کا اترنا اس پر اور حضرت جبریل علیہ السلام کا ہتک کرنا اور سہو و بھول جانا کی نسبت اسی کی طرف کرنا قرآن مقدس کی آیات میں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر عالم کی خلقت اچھا ہے تو نبوت اس پر جاری ہو سکتا ہے اور قرآن مقدس کو پلید چیز سے

لکھنا۔

بحث پانچواں

مردوں کے لئے دعا کرنا زندوں کا اور خیرات کرنا مردوں کے لئے انہوں نے ناجائز کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ مسالک اربعہ میں حصر نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ انکار کرنا اسی قرآن سے یہ کفر نہیں۔ اگر شرک کے بغیر ہو تو کفر اس پر واجب نہیں۔

بحث چھٹا

بعض نے اللہ تعالیٰ کے لئے مثالوں کو ثابت کیا ہے مثل کے بغیر اور شیئاللہ کے قول کے ناجائز ہونا بھی کہا ہے اور خبر واحد پر عمل کرنا نہیں چاہئے۔ ہم ان کے ان اعتقادیات سے پناہ مانگتے ہیں اور ان سے دور رہنے کا سوال کرتے ہیں یہ ان کے فاسد عقائد تھے پس اب میں ان چھ الجات کے جوابات شروع کرتا ہوں پس ہم (اہلسنت) کہتے ہیں۔

جواب بحث اول کا

سرکش نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض افعال تعظیم کو اپنے لئے خاص کئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ان افعال کو کفر ٹھرانا اور شرک کے مدار سمجھنا اور ایمان کا ختم ہونا یہ اہل سنت و جماعت سے نکلنا ہے اور اس سے الگ ہونا ہے بلکہ یہ گمراہی کی طرف بڑھنا ہے ساتھ اس کے کہ اس سرکش نے ایسی چیزوں کو جمع کیا ہیں کہ بعض ان میں سے حرام ہیں اور بعض ان میں سے مکروہ ہیں اور بعض مباح اور بعض مستحب اور بعض ان میں سے ایسی چیزیں ہیں جو اماموں کے درمیان اباحت میں اختلاف ہو یا کراہت میں تو اس نے تمام کو کفر اور شرک ٹھرایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے افعال مذکور تعظیم کے لئے خاص کئے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ پر افتراء اور تہمت ہے۔ اور جب افترا اور عظمت اس کے لئے کفر کا سبب ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ جس نے کہا کہ اللہ علیم ہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے اور اس نے وہ

کام نہیں کیا ہو تو وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر کذب ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومن اظلم ممن افتری علے اللہ کذبا۔ کون زیادہ ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا افترا باندھے۔ بس اس سے یہ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا بھی کفر ہے اور ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں یہ بھی کہا ہے کہ اہل کلام اور فقہ و حدیث کے ایک گروہ میں سے یہ اعمال میں نہیں کہتے لیکن بدعتی اعتقادیات میں وہ تمام کفر کہتے ہیں اگرچہ اس کا کہنا والا تاویل کیوں نہ کریں اور اس میں مجتہد خطا کار وغیرہ کا فرق نہیں کرتے اور ہر مبتدع (جو اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ بولے) پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں اور یہ قول مذہب خوارج و معتزلہ کے بہت قریب ہے پس اہل بدعت کے عیوب میں سے یہ ہے کہ ان میں سے بعض بعض کو کافر کہتے ہیں اور اگر اہل سنت و جماعت میں یہ کہے کہ یہ کفر نہیں صرف خطاء کار ہیں تو ہاں جس نے یہ اعتقاد کیا کہ اللہ تعالیٰ کو چیز کو واقع ہونے سے قبل پتہ نہیں تھا پس وہ کافر ہے اگرچہ اس کہنے والے کو اہل بدعت میں شمار کریں اور اگر کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہے اور اس کا مکان ہے اور اسی پر زمانہ گزرتا ہے وغیرہ پس وہ کافر ہے اور اس کے لئے ایمان کی حقیقت ثابت نہیں ہوتی اور جو یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون جس نے اللہ تعالیٰ نے نازل کرنے پر حکم نہیں کیا پس وہ لوگ کافر ہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ مسلمان کو برا کہنا فسق ہے اور اس کا قتل کرنا کفر ہے یہ اس بات پر محمل ہے کہ وہ اس قتل کو حلال جانے یا اس کو پتہ ہو کہ یہ مسلمان ہے (اور اس کو مسلمان کے سبب اس کو قتل کیا جائے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک ہے جب کوئی آدمی اپنے بھائی کو کہے۔ اے کافر پس وہ لفظ واپس ہوتا ہے ان دونوں میں سے ایک کی طرف جیسا کہ صحیحین میں ہے ۔ یہ اس بات پر محمول کیا جاتا ہے کہ جب اس کا اعتقاد رکھا اور ان کا مراد ان کی اہانت نہ ہو یا مراد اس پر کفران نعمت ہو وغیرہ۔

حدیث شریف میں ہے جس نے اللہ کے بغیر قسم کھایا پس وہ کافر ہوا بخاری و مسلم نے ان الفاظ سے یہ حدیث نقل کی ہے پس اس کا معنی کفر دون کفر ہے جیسا ان دو کتابوں کے علاوہ روایت کیا گیا ہے فقد اشرک ای شرکا خفیا پس اس نے شرک کیا ای شرک خفی یا اس بات پر یہ حمل کیا جاتا ہے کہ اس سے تعظیم الوھیت کا بغیر اللہ تعالیٰ کے قسم سے کیا جائے یا اس سے حکم یمین کو حلال جانے۔ اشباہ میں ہے۔

اہل قبلہ میں سے کوئی کافر نہیں ہے مگر تب کافر ہوتا ہے کہ انکار کرے جو اس میں داخل ہو۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ جو ہمارے اصناف نے اپنی کتب فتاویٰ میں ذکر کیئے ہیں الفاظ کفر سے واپس ہوتے ہیں اس طرف اور بعض کا اس پر اختلاف ہے لیکن اس میں جو ہو اس کے خلاف فتویٰ نہیں دیا جاتا اس میں یہ بھی ہے جو کفر ہے اس میں نیت شرط کیا جاتا ہے کیونکہ ان کا یہ قول کہ کفر کو برا جاننے والے اگر مجبوری پر کلمہ کفر بھی کہے تو ان کا کفر صحیح نہیں ہے اور جو قول ان کا کہ جب کوئی کفر کا کلمہ مسخرہ کے طور پر کہے وہ کافر ہوتا ہے کہ اس بات پر اعتبار کیا جاتا ہے کہ اس کا عین کفر ہے جیسا کہ علم اوصول میں محل کے بحث ذکر ہوا ہے۔

پس جان لو کہ کفر کا مدار قول اور فعل ہے اعتقاد کے ساتھ نہ اکیلا قول و فعل اور جو سجدہ ہے اگر یہ عبادت کی وجہ سے کی جائے تو کفر ہے اور اگر تعظیم کے لئے کی جائے پھر وہ شرک اور کفر نہیں ہے جیسا کہ اوصولی اور فروغ میں اس کی تصریح ہو چکی ہے نہ کہ جو اس سرکش نے اس کے کرنے والے پر شرک کا اطلاق کیا ہے۔

ملائک کا سجدہ کرنا آدم علیہ السلام کو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا اور یعقوب علیہ السلام کا سجدہ کرنا یوسف علیہ السلام کو۔ پس ان کی شریعت میں سجدہ تعظیم جائز تھا پھر ہمارے شریعت اسلامیہ میں منسوخ اور حرام ہوا صحیح مذہب پر اگر کفر و شرک ہوتا تو کسی دین میں بھی یہ مباح نہ ہوتا اور نہ کسی زمانہ میں پس جب وہ سجدہ جو افعال تعظیم کے لئے خاص ہے بس وہ اگر عبارتی سجدہ نہ ہو تو وہ سجدہ کرنا کفر نہیں ہے پس ان افعال کے کرنے میں کیا وبال ہو گا جو اس کرشس (اسماعیل دہلوی) نے کفر کا اطلاق اس کے کرنے والے پر کیا ہے۔ وہ اپنی اس کتاب میں ملائک کرام کا سجدہ کرنا آدم علیہ السلام کو کیا عذر و پیش کرے گا۔ کیونکہ آدم علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ اپنی بہنوں سے نکاح کرتے تھے وہ کسی چیز سے بے پرواہ نہیں کر سکتے میں اصل بات شرک میں ہے نہ کہ حرمت و اباحت میں ہے۔ جیسا کہ بعض وسائل میں لکھا ہے تذکرۃ الابرار والاشرار میں لکھا ہے کہ اگر بادشاہ کے لئے سجدہ تعظیمی کیا جائے تو وہ کافر نہیں ہوتا بلکہ وہ گناہ گار ہو جاتا ہے

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے جس نے ان کے لئے سجدہ کیا اور اس سے مراد اس کی

تعظیم کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی کیا جاتا ہے اس سے وہ کافر ہوا اور اگر اس سے اس کا مراد سلام (ملاقات) ہو تو بعض علمائے یہی مختار کیا ہے کہ وہ کافر نہیں ہوتا۔

میں کہتا ہوں (مولف) اور یہ بات زیادہ ظاہر ہے اور جو زمین کو چومنا ہے تو یہ سجدہ کو قریب ہے مگر اگر اس نے ماتھا یا رخسار زمین پر رکھا ہو تو یہ زیادہ برا اور قبیح ہے زمین کے چومنے سے مولف کہتا ہے کہ ماتھے کا رکھنا رخسار کے رکھنے سے زیادہ قبیح ہے پس چاہیئے کہ ماتھے کے سوا کافر نہیں ہوتا کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس قول سے کہ وہ کافر نہیں ہوتا مگر ماتھے کے زمین پر رکھنے سے۔" معلوم ہوتا ہے کہ رکوع پر کوئی کافر نہیں ہوتا۔ اگر کسی کی تعظیم کے لئے کی جائے پس بعض رسالوں میں اس طرح جواب دیا ہے۔ رکوع کے متعلق تحفہ شرح منہاج میں اس قول و سجود منم اوشی کے تحت کہا ہے کہ سجدہ کرنے سے دوسری چیز خارج ہوگئی جیسا کہ رکوع ہوگئی کیونکہ ایسی صورت تو مخلوق میں واقع نجلاف سجدہ کے لوگوں میں کسی کو سجدہ کرنے کی عادت نہیں ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں میں فرق ثابت ہے۔ بخلاف اس بات کی کہ اگر کسی نے مخلوق کی تعظیم کا ارادہ رکوع سے کیا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی کہا جاتا ہے تو اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور قیام نہ نماز کے ساتھ خاص ہے اور نہ کسی دوسری عبادت میں جیسا کہ تفسیر کبیر میں تصریح ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور علیہ السلام جنت البقیع کو آئے اور کافی دیر تک کھڑا رہا پھر آپ نے تین بار ہاتھ اٹھایا۔ امام نوری نے اس حدیث کی تشریح میں کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اور بار بار دعا کرنا اور اس میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر دعا مانگنا مقبرہ میں بیٹھے ہو کر مدعا مانگنے سے زیادہ کامل ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے امام قاضی عیاضی روایت کر کے لکھتا ہے کہ وہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی قبر مبارک کو آیا پس وہ کھڑا ہوا اور ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ گمان کیا گیا کہ اس نے نماز شروع کی ہے اور جو ہاتھ رکھنا ہے تو یہ نماز کے واجبات اور ارکان میں سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایسا سنت ہے کہ امموں کے درمیان بھی مختلف فیہ ہے کم نہیں دیکھتے مالکی مسلک والے ہاتھوں کو چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی قبر مبارک کے ساتھ کھڑا ہو کر زیارت کے وقت قبر پر ہاتھ رکھنا آداب مذکورہ میں سے ہیں جو کہ فقہ شریف میں نقل ہیں امام کرمانی نے کہا ہے کہ دائیں والا ہاتھ بائیں پر رکھا جاتا ہے

جیسا کہ نماز میں رکھا جاتا ہے فتاوی ہدیہ میں ذکر ہے اور قاضی خان نے مناسک میں کہا ہے کہ جب زیارت کرنے والا حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی طرف متوجہ ہو کہ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کھڑے ہو جائے قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی طرف منہ کر کے دائیاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑے ہو ایسا بیان حیات القلوب میں بھی ہے۔ اور فقہ شریف نہیں کی کتب میں مناسک کے بیان مذکور ہے اور مندرجہ ذیل حدیث ہے قیام کے منع کرنے میں پیش کرنا اس دعوہ پر صحیح نہیں ہے کہ حضور الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ جو اس پر خوش ہو کہ اس کے لئے لوگ کھڑے ہو جاتے تو وہ اپنے لئے ٹھکانہ آگ میں تلاش کریں۔ تو عاقل کی شان یہ نہیں کہ اس حدیث سے منع قیام پر استدلال کرے کیونکہ وعید اس کے لئے ہے جو اس فعل پر خوش ہو جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے اور عام شراح نے اس پر تصریح کی ہے کہ یہاں منع کرنا تکبر کی وجہ سے ہے۔

دور سے حضور علیہ السلام کی زیارت کے لئے سفر کرنا حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے تیزی دیا ہے اور اس کا اجر بھی بیان کیا ہے۔ یعنی بہت بڑا اجر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری زیارت کے لئے آیا اس کا کوئی میری زیارت کے سوا کوئی اور کام نہ ہو تو مجھ پر اس کا حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کرونگا۔ اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں سیر بحث کی ہے اور حدیث لاتشد الرحال پورا نہیں ہے کیونکہ منع مسجد کی طرف سوا ان تین مساجد کے (مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ) ہے پہلی بات یہ ہے کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی تصریح موجود ہے جیسا کہ مسند امام احمد میں ابی سعید الخدری سے روایت ہے اور کون سی تشریح حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی تشریح سے افضل ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ جمہور محدثین اور فقہا اور نصوص اس بات پر ہے جو ذکر کی گئی امام نووی مسلم شریف کی شرح میں کہ کوئی فضیلت نہیں ہے مسجد کی طرف جانا بغیر اس کے مناوی نے شرح جامع الصغیر میں فرمایا ہے کہ مراد اس حدیث سے یہ ہے کہ کوئی سفر نہیں کر سکتا نماز کے لئے کسی دوسری مسجد کی طرف کہ اس میں نماز پڑھے سوا ان تین مسجدوں کی اور یہ بات نہیں کہ وہ ہرگز سفر نہیں کر سکتا مگر اس کے لئے اور منتھی المقال میں اس کی تائید حدیث لاتشد الرحال کے ذکر ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مطابقت ترجمہ باب صحیح البخاری اور مناسبت یہ حدیث مابعد کے ساتھ یہ ہے کہ یہ دونوں اونچی آواز سے

آواز اس پر دیتی ہے کہ مستثنیٰ منہ مساجد ہے اس لئے کہ باب نماز کی فضیلت مکہ و مدینہ میں رکھا گیا ہے پس مقصود پہلی حدیث میں یعنی لاتشد الرحال فضیلت نماز ہے ان تین مساجد میں دوسری مساجدوں کی نسبت اس لئے ہے کہ ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت ہو اور اس بیان و غرض کے لئے مابعد حدیث یہ ہے کہ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ میری مسجد میں نماز ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوا مسجد حرام کے۔ پس مطابق ترجمہ باب کے ساتھ ہے اور پہلی حدیث کی تفسیر ہوئی اور یہ نص نصریح ہے کہ یہ تین مساجد تمام مسجدوں سے افضل ہیں اور ان میں ثواب کی دوچندی اور نماز کی ادا کرنا کیونکہ مستثنیٰ منہ الاالمسجد الحرام بخاری کی شراح نے اتفاق سے نقل کیا ہے کہ اس سے مساجد مراد ہیں یعنی اس کے سوا مسجدوں میں سوا مسجد حرام کے کوئی دوسری جگہ نہیں چنانچہ حدیث میمونہ تصریح مستثنیٰ منہ ہے لفظ مساجد کے مسلم اور نسائی نے ابن عباس سے روایت کی ہے اس نے میمونہ سے وہ کہتی ہے کہ میں نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام سے سنا کہ نماز بہتر ہے ہزار نمازوں سے اس کے سوا مساجد میں سوا کعبہ شریف کی مسجد اسی طرح حدیث عبداللہ بن زبیر میں ہے امام احمد اور بزار وطبرانی و ابن حیان نے اپنی صحیح میں بروایت عطا بن ابی ریحا وہ عبداللہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں نماز ہزار نمازوں سے بہتر ہے دوسری مساجد کے علاوہ سوا مسجد حرام کے اور جاننا چاہئے منع کرنا سفر کا مساجد کی طرف بغیر ان تینوں مساجد کے فقط نماز کے ارادہ سے ہے۔ اور حدیث کی مدعا یہ ہے کہ شدحال کسی مسجد کی طرف خواہ مسجد قبا یا مسجد خیف کیوں نہ ہو نماز کے ارادہ سے سوای ان تین مساجد کے ممنوع ہے اس لئے کہ نص ان تیف مساجد کے حق میں وارد ہے۔ اور قیاس کے۔ لئے اس میں دخل نہیں ہے اگر کوئی سفر کرے کسی مسجد کی طرف سوا ان مساجد کے اس اعتبار سے کہ اس مسجد کے پڑوس میں انبیاء و اولیاء ہوں۔ اور نماز وہاں بہتر ہے دوسری مساجد سے تو یہ سفر کرنا منع میں داخل ہے اگر سفر کرنا اس ارادہ اور قصد سے نہ ہو بلکہ اس سفر سے اس کا مطلب مسجد کو دیکھنا اور اسکے عجائب و غرائب کو ملاحظہ کرنا یا کسی عالم دین سے سیکھنے کے لئے یا کسی بزرگ کی زیارت کرنا جب کہ وہ مسجد میں رہتا ہو تو یہ سفر کرنا منع نہیں ہے اور اسی طرح شدوحال صرف قبور اولیاء و صلحا کے لئے اپنے حال پر باقی ہے یعنی مباح نہ حرام ہے اور نہ مکروہ اور وہ

ہرگز اس منع میں داخنین اور علم نحو کی رو سے یہ حدیث قبور کے شدحال کے لئے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔

تفسیر القاری شرح صحیح بخاری فارسی مولف شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی میں ہے۔ قولہ علیہ السلام لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد یعنی شدحال نہیں کرنا چاہئے سوا تین مساجد کے یعنی سفر نہ کریں اس ارادہ سے کہ وہاں کسی کی طرف یا وہاں کی شرف کی وجہ سے کہ اس کے لئے ذاتی فضیلت ہو اور نماز پڑھنا اسی جگہ افضل جانتا ہو دوسری جگہ کے نسبکت مگر ان تین مساجد کی طرف اور اس سے کسب کے لئے یا بزرگوں کی زیارت کے لئے خواہ وہ مرد ہو یا زندہ اور تجارت کے لئے سفر کرنا اس حدیث سے خارج ہوا۔ اور سوا ان صورتوں میں کہ تبرک و دریافت مکان اس نسبت سے بلکہ ان چیزوں کے ملنے کے لئے جو وہاں ہو۔

شیخ ابو محمد الجونی نے فرمایا جو ہمارے اصحاب سے ہے کہ سفر کرنا تین مساجد کے علاوہ جیسا کہ بزرگوں کی قبور کی زیارت کرنا اور اچھی جگہوں کا دیکھنا وغیرہ تو یہ حرام ہے اور قاضی عیاضی کا اشارہ بھی اس طرف ہے تو صحیح ہمارے (حنفیہ) اصحاب کا یہ ہے جو کہ امام حرمین نے مختار مانا ہے اور محققین نے بھی یہی اختیار کیا ہے کہ نہ وہ حرام ہے اور نہ مکروہ انہوں نے کہا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ فضیلت نامہ ان تین مساجد کے ساتھ خاص ہے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے کہ بعض علما نے یہ استدلال کیا ہے اس حدیث پر کہ زیارت کرنا قبور صلحاء و علما کے منع پر لیکن مجھے جو معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ایسا نہیں ہے بلکہ زیارت پر حضور علیہ السلام کا حکم ہے حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے زیارت قبور سے منع کیا تھا اس کی زیارت کیا کرو حدیث مساجد کے حق میں وارد ہے اور اس کا قبور معنی نہیں ہے کہ مساجد تین مساجد کے بعد متماثل ہے اور کوئی شہر نہیں ہے جس میں مسجد نہ ہو تو کوئی معنی نہیں رکھتا کہ دوسری مسجد کو جائے۔ اور جو بزرگوں کے قبور ہیں پس وہ برابر نہیں بلکہ زیارت کی برکت ان کے درجات کے اندازہ پر ہے اللہ کے نزدیک۔ ہاں اگر وہ ایسی جگہ ہو جہاں مسجد نہ ہو تو وہ وہاں سفر کریں جہاں مسجد ہو اور بالکلیہ وہ وہاں سے منتقل ہو جائے اگر وہ چاہے۔ پھر اس پر افسوس ہے اس کہنے والے پر کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی قبور کی طرف سفر کرنا منع کرتے ہیں جیسا کہ ابراہیم و موسیٰ و یحییٰ

وغیرھم علیہم الصلواۃ والسلام کی پس منع اس سے ثابت نہیں ہو سکتا حالات کا بھی جائزہ لیا جائے گا پس جب یہ جائز ہوا تو اولیاء و علماء و صلحا کی قبور بھی اس منع پر ہے پس یہ بعید نہیں کہ یہ ہو جانے کی غرض سے جیسا کہ علما کی زیارت ان کی زندگی میں ان سے مقاصد کے لئے جانا جائز ہے پس واضح ہوا کہ سفر کے لئے منع برائے زیارت قبور اس حدیث سے تمسک غایت درجہ کی نادانی اور جہالت ہے۔ نہ یہ حکم قیاس کی وجہ سے ہے کہ استنباط اس حدیث سے کرنا جو ذکر ہوا کیونکہ علت حکم اصل اور فرع میں مشترک نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ علت حکم ضع شدر حال حدیث نبویہ میں ارادہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت ہے حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک۔ اور وہ زیارت قبور میں موجود نہیں ہے کہ مقصود اس سے صرف دعاء و استغفار ہے اور نہ منع مستفاد حدیث میں شامل ہے۔ ہر طرف سفر کرنے کو ہر علت پر اس حدیث سے استدلال کرنے والا بھی اس قائل نہیں ہے کہ یہ عام ہے۔ کہ سفر کرنا ہر مکان اور ہر مقصود کے لئے منع ہو پھر جہاد و ہجرت اسلامی ملک کی طرف اور علم دین کا سیکھنا اور والدین کے ساتھ نیکی کرنا اور علماء و صلحاء بھائیوں کی طرف سفر کرنا اور سفر کرنا تفکر و تدبر و ضائع خدا و مخلوقات کے اعتبار و عجائب ملکوت و مبتدعات حسنہ جو کہ جائز ہو وہ کتاب اللہ کی بہت سی آیات سے ثابت ہے جیسا کہ سیروافی الارض فانظروا کیف کان عاقبتہ المکذبین وغیرہ درست نہ ہوگا اور یہ بہت بڑا جہل ہے۔ قبور اولیاء و صلحا کی طرف سفر کرنے کی حرمت یا کراہت کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں۔ پس خالی نہیں ہے کہ یہ فعل یا واجب ہوگا یا مستحب یا مباح، ظاہر اس سے یہ ہے کہ یہ مستحب ہے اس لئے کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے حکم دیا ہے کہ عام قبور کی زیارت کا اور کسی اشخاص کی قبور کو مقید نہیں کیا کسی اوقات کو اور نہ قریب یا بعید مقابر کو اور ارصول کا عام قاعدہ ہے کہ المطلق یجری علی اطلاقہ یعنی مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا پس ان کی زیارت کا کرو۔ اور استحباب اس حکم سے یہ ہے کہ صیغہ امر خطر کے بعد ضرور ہے کہ جانب فعل اس میں راجح ہے جانب ترک و مستحب کہ دونوں جانب اباحت میں برابر ہے مثل طلب رزق و کسب معیشت جمعہ کے بعد۔ اگر کوئی کہے کہ سفر کرنا برائے شکار و طلب رزق معصیت و شرک کی پوشیدگی اس میں نہیں ہے بخلاف سفر کرنا قبور کی طرف تو میں کہتا ہوں کہ میرا مقصود

زیارت قبور سے زیارت کرنا ہے کہ اس میں حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی سنت وارد ہے۔ یعنی اموات کے لئے دعا کرنا اور ان کے لئے استغفار کرنا اور ان کو دعا و تلاوت قرآن سے نفع پہنچانا۔ معاملہ قبور کے جو خلاف شرع ہو چنانچہ سفر سے ممنوع ہے تو وہ بغیر سفر کے بھی ممنوع ہے اور عوام کا فعل اعتبار کے درجے سے ساقط ہے۔ اور نفع زیارت کرنے والوں کے لئے قبور اولیاء و صلحاء سے ثابت ہے۔

اور فیوض اور فتوح ارواح مقدسہ حاصل ہونے میں انکار باقی نہیں ہے۔ جو میں نے کہا کہ سفر کرنا مباح ہے عام مومنین کی قبور کے لئے اور سفر کرنا مستحب ہے زیارت قبور اولیاء و صلحایا اہل قبور کے حق کو ادا کرنے کے ل ئے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ میت کے لئے مانوس ترین حالت وہ وقت ہے کہ اس کے دوستوں میں سے اس کی قبر کی زیارت کریں اور اس معاملہ میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ اور سفر کرنا حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی قبر انور افضل مستجبات میں سے ہے بلکہ واجبوں کے قریب ہے۔ شفا قاضی عیاضی میں ہے کہ حضور علیہ الصلواۃ ولسلام کی قبر انور کی طرف سفر کرنا واجب ہے۔ یہاں وجوب سے مراد استحباب کی وجوب ہے چونکہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی قبر مبارک سے فیض حاصل کرنا بنیاد سے اعظم قربات اور بہترین عبادات سے اور یہ اعلیٰ درجات کو پہنچنے والے کا ذریعہ ہے۔ اور جو احادیث بنویہ اس کے حق میں وارد ہے تو اس کا اہل مدینہ سے خصوصیت نہیں یا مدینہ کے قریب کے۔ شیخ احمد قسطلانی نے فرمایا جو اس کے علاوہ اعتقاد رکھے تو اس نے اسلام کی رسی کو اپنے گلے سے نکالا اور اللہ اور اس کے رسول و علماء کے اجماع سے خلاف کیا اور بعض علماء نے وجوب کے قریب کہا ہے اور بعض نے واجب کہا ہے اور جمہور حنفیہ کے نزد بہترین مستجبات میں شمار کیا کہ یہ مستجبات ان کے نزد وجوب کے قریب ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی قبر مبارک کی زیارت بہترین مستجبات میں سے ہے۔ مناسب فارسی و شرح المختار میں ہے کہ یہ وجوب کے قریب ہے اس شخص کے لئے جو مالدار ہو اور اسی کتاب میں ہے کہ حج اگر فرض ہو تو بہتر یہ ہے کہ حج پر شروع کی جائے پھر زیارت کریں اور اگر حج نفلی ہو تو اس کے لئے اختیار ہے۔ درمختار میں ہے کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی قبر مبارک کی زیارت کرنا مستحب ہے بلکہ بعض نے کہا ہے کہ یہ واجب ہے اس کے لئے جو طاقت رکھتا ہے اور شروع کریں حج پر اگر فرض ہو اور اس کے لئے اختیار ہے

اگرچہ نفلی ہو۔ طحطاوی شریف میں ہے کہ یہ واجبات کے قریب ہے۔

مناسک طرابلسی میں ہے کہ یہ واجب کو قریب ہے اس کے لئے جو طاقت رکھتا ہو۔

اگر فرضی حج ہو تو شروع کریں کیونکہ حج فرض ہے اور زیارت مستحب ہے اور اگر مدینہ سے حج شریف شروع کیا تو اسد کے لئے جائز ہے کہ زیارت پہلے کریں ابن جوزی جو کہ فن حدیث میں نقاد مشہور ہے اس نے الوفا میں خود ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی میرے مرنے کے بعد یہ اس طرح ہے جیسا کہ جس نے میری زندگی میں زیارت کی اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی میری شفاعت اس کے لئے واجب ہوگئی۔ دار قطنی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو میری زیارت کے لئے آیا اس کی حاجت میری زیارت کے سوا کوئی اور نہ ہو تو اس کا مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں۔

اثار سلف صالحین

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت مبارکہ کے لئے سفر اختیار کرنا مشہور کتب معتبرہ وسیر میں مذکور ہے۔ یہاں تک عبارت ہے منتہی المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال بعض عبارات کو بقدر حاجت چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ عین العلم میں ہے۔

مدینہ منورہ کو اسی حال میں جائے کہ زیادہ درود شریف پڑھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کی زیارت کرلے اور صحابہ کرام و اہل بیت اطہار و تمام قبروں کی زیارت کرے اور ان کی مسجد میں نماز پڑھے اور وہاں کے کنوؤں سے تبرک حاصل کرنا اور وہاں خرچ کرنا اس میں گمان شک بھی نہیں کرسکتا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام و انبیاء اولیاء کی زیارت کے لئے سفر کرنا مندرجہ بالا ثبوت کے بعد۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مال کے خرچ کرنے سے زیارت کی طرف جانا ہوسکتا ہے۔ اور مہیا کرنا توشہ و سواری کا جو سفر کے ساتھ تعلق رکھتا ہو پس ثابت ہوا کہ اس میں مال خرچ کرنا اور تبرک حاصل کرنا مدینہ کے کنوؤں سے حاصل کرنے کا جواز ثابت ہوا تو یہ بات ختم ہوگی جو اس گمراہ نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ

خاص کئے ہیں ---- اور جو اس کا کرنے والا ہے غیر اللہ کے لئے اس کی تکفیر کرنا اور یہ کہنے والا اس معاملہ میں ابن تیمیہ کا تابع ہے کہ اس نے دلیری کی اور یہ دعویٰ کیا کہ سفر کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی طرف حرام ہے اور اس میں نمازوں کا قصر بھی نہیں ہے اور سفر کرنے والا گناہ گار ہے اور اس میں اس نے بہت لمبا بحث کیا ہے کہ سننے والا بھی برداشت نہیں کرتا اور طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اور اس کا برا کلام اس پر واپس ہوا یہاں تک اس نے تجاوز کیا جناب اقدس سے اس کے ہر کمال جو اس کے ساتھ خاص تھے اور اس بات کی بھی کوشش کی کہ جو عظمت و کمال کے منافی تھا وہ ثابت کیا جیسا کہ منتہی المتال میں ہے اور جو چراغ جلانا ہے قبور پر تو اس کی منع کی انتہا یہ ہے کہ وہ حرام ہو اور بہت سے فقہا نے نقل کئے ہیں کہ جو حاجت کے لے نہ ہو تو وہ حرام ہے اور جو حاجت کے لئے ہو تو وہ حرام نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس نے کسی طرح خاص کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے ہے اور اگر دوسروں کے لئے کیا تو کفر و شرک ہے اور جو مجاور ہونا ہے تو ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ مجاوری کرنا مکہ کی کرامت میں اختلاف ہے اور نہ کراہت میں پس اس نے ذکر کیا ہے کہ بعض شوافع اس پر ہے کہ مختار یہ ہے کہ یہ مستحب ہے اس وقت کہ اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ حرام میں واقع نہ ہو جائے۔ اور یہ قول (عام) ابی یوسف و امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا ہے اور امام ابو حنیفہ و امام مالک کراہت کے قول پر گئے ہیں۔ اور مدینہ منورہ کی مجاوری کرنا تو اس کی فضیلت صحیح احادیث بنویہ سے ثابت ہے اور صحابہ کے عمل و تابعین و مسلمانوں کے اماموں سے ثابت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کوئی صبر نہ کرے میری امت میں مدینہ کے ٹھکانے اور سختی میں مگر میں اس کا قیامت کے دن شفیع ہونگا۔ امام مسلم نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ پس وہ امر جس میں اماموں کا اختلاف ہے مکہ معظمہ کی عظمت میں اور وہ ثابت ہے مدینہ منورہ کے لئے احادیث صحیحہ سے جو خصائص مکہ مشرفہ کے حق نقل ہیں۔ عین العلم میں ہے اور مدینہ میں یعنی مستحب ہے اسی طرح یعنی مقیم ہونا اس میں ساتھ آداب کو ملحوظ بھی رکھے تو اس کے تکلیف پر صبر کے متعلق وارد ہے اور اگر اس میں مرجائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی شفعت فرمائے گے اور قیامت کے دن اس پر گواہی دیں گے۔ ملا علی قاری نے کہا کہ زیارت کرنے وال مکرم بزرگوں میں شمار ہے پس وارد ہے کہ

اس کے تکالیف اور سختی پر صبر کرنے والے کے لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہونگا حضرت ابوھریرہ وابن عمر وابی سعید رضی اللہ عنہم سے مسلم شریف میں مروی ہے کہ جس کی طاقت ہو کہ وہ مدینہ پاک میں یہاں مریں پس وہ اس میں مریں کیونکہ اس میں کوئی نہیں مرتا بلکہ میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور شفیع ہونگا۔ ترمذی وابن ماجہ میں ابن عمر سے روایت ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

احیاء العلوم شریف میں ہے اگر اس کا رہنا مدینہ میں ممکن ہو ساتھ اس کے کہ وہ خدمت کے مراعات کو بجالائے تو اس رہنے والے کے لئے بڑا فضل ہے کہ وہ تکالیف اور سختی پر صبر کریں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس کے لئے قیامت کے دن شفیع ہونگا تو مدینہ پاک کی مجاوری کے ثبوت میں کوئی شک نہیں۔ پس یہ قول کہ اللہ تعالی نے اپنے لئے خاص کیا ہے اور دوسرے کے لئے یہی افعال بجالانا شرک ہے اور اس میں نبی اور ولی وخبیث وجنات اور سچے کی قبر وجھوٹے کی یہ تمام برابر ہے تو یہ اللہ تعالی پر تہمت باندھنا ہے اور بے ادبی ہے۔ اور ادب کرنا گردونواح کا تو پس وہ احادیث کی کتابوں میں حرم مکہ کا باب نقل ہے یہ بات بہت کم ہوگی کہ اس نے حرم مدینہ کا باب نقل نہیں کیا ہو۔

اور صحیحین میں اس باب کے متعلق بہت سے احادیث ہیں اور صحابہ کرام وائمہ مذاہب سے بھی بہت کچھ مروی ہے۔ اگرچہ ان کا اختلاف احکام کے ترتیب میں ہے لیکن وہ ان کی تعظیم واکرام میں شک نہیں کرتے ہیں جیسا کہ تم نے اس سے قبل جانا جو میں نے عین العلم سے نقل کیا اور اس کی شرح ملا علی قاری کے۔ منتہی المقال میں ہے کہ مدینہ منورہ کی زمین تعظیم کی زیادہ حقدار ہے۔ جو عظمت اس زمین کو شامل ہے اور اس سے مشرف ہے (یعنی محمدؐ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی مسجد آخری مساجد میں سے ہے اس سبب سے بھی جو شرف مسجد کی وجہ سے بھی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد خاتم المساجد ہے تو مسجدوں سے زیادہ حقدار آپ کی مسجد ہے کہ اس کی زیارت کی جائے اور اس کی طرف سفر کی جائے جب آپ کی مسجد کے لئے سفر کرنا مطلوب ہے تو آپ کے لئے سفر کرنا بدرجہ اولیٰ مطلوب ہے اور اس کو شرک ٹھرانا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی مخالفت اور صحبہ کرام وتابعین ومجتہدین وتمام مسلمانوں کی تکفیر ہے۔

اب اس کے تمام پر لکڑی کھڑا کرنا یعنی جھنڈے گاڑنا قبر پر لگائے لکڑی کو ہلانا یا اس کی چادر اپنے آپ پر ڈالنا تو اس کے متعلق ان کا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لئے خاص کئے ہیں اور اس کا کرنا اللہ کے سوا کے لئے تو یہ شرک ہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ پر افترا ہے نہ اس کے جواز پر کائم ہے اور نہ عدم جواز پر اور نہ اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہونے میں کچھ ذکر ہے۔

خیمہ کے متعلق اتنا عرض ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر پر خیمہ لگایا تھا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کی قبر پر خیمہ لگایا تھا اور محمد بن حنیفہ نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہا کی قبر پر خیمہ لگایا تھا۔ اور فاطمہ بنت حسین نے اپنے شوہر حسن ابن حسن کی قبر پر خیمہ لگایا تھا جو عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں مذکور ہے۔

قبر کے چومنے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے بعض مکروہ کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مکروہ نہیں ہے۔ احیاء العلوم شریف میں ہے کہ کوشش کریں کہ مسجد میں پہلے نماز پڑھے اس سے پہلے کہ اس میں زیادتی کریں پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر مبارک کو آجائے تو اس کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جائے اور بس ایسا ہو گا کہ قبلہ کی طرف پشت ہو گی اور قبر کی دیوار کی طرف منہ کر کے چار گز کے فاصلہ پر ستون سے جو قبر کی کونہ میں ہے اور قندیل سر کی طرف ہو جائے۔

اور یہ سنت طریقہ نہیں ہے کہ دیواروں کو چھوئے اور نہ کہ قبر کو چومے بلکہ دور کھڑا ہونا احترام کے زیادہ لائق ہے۔ پس جاننا چاہئے کہ تقبیل صرف سنت نہیں ہے کراہت تو چھوڑ بات اس کے سنت اور نہ سنت میں ہے کہ اس کا کرنا سنت میں داخل نہیں ہے۔ اور قبر سے پیچھے جلنا رخصتی کے وقت اس کو ایک جماعت نے مکروہ جانا ہے جیسا کہ امام نووی نے ایضاح میں ذکر کیا ہے۔ اور دوسروں نے جائز مانا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ مشائخ کرام نے اس کو مستحن سمجھا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ تعظیم کس طرح اپنے لئے مخصوص کیا۔

اور دعا کرنا اللہ تعالیٰ سے زیارت کے وقت اپنے لئے اور مردہ کے لئے تو یہ طریقہ مسنونہ ہے۔ صحیح طریقہ سے جو کہ روزمرہ سے چلا آرہا ہے۔ منتھی المقال میں ہے ابن ہمام نے فتح القدیر میں آداب

زیارت نبی کے باب میں کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے حاجات مانگے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو وسیلہ بنایئے اور بڑے مسائل واہم میں سے یہ ہے کہ اچھے خاتمہ اور مغفرت کے لئے دعا مانگے پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو شفاعت کا سوال پیش کریں پس یہ کہے کہ یا رسول اللہ میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی دربار وسیلہ ٹھراتا ہوں کہ میں آپ کے دین وسنت پر مسلمان مرو۔ فتاوی ہندیہ میں اور جس نے سلام کہا وہ سلام بھی پیش کریں اور یہ کہے کہ السلام علیک یا رسول اللہ من فلاں بن فلاں یا رسول اللہ آپ پر فلان بن فلان کی طرف سے سلام ہو کہ وہ آپ کا سفارش پیش کرتے ہیں اپنے رب کی طرف آپ اس کی سفارش فرمایں اور تمام مسلمانوں کے لئے۔ پھر یہ بھی ہے پھر آدھے گز کے فاصلہ پر واپس ہوجائے پھر یہ کہے کہ اے حضور علیہا لصلوۃ والسلام کے پاس آرام فرمانے والے اور آپ کے ساتھ دینے والے ہم آپ کے پاس آتے ہیں اور آپ کو بھی وسیلہ پیش کرتے ہیں حضور علیہ الہاالصلوۃ والسلام کے لئے کہ وہ ہمارے لئے سفارش فرماویں۔ اور ہمارے رب سے ہمارے لئے سوال فرماکہ وہ ہمارے کوشش کو قبول فرمائے۔

مواہب شریف میں ہے۔ ابن ابی شیبہ نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت ابی صاع سمان وہ مالک دار سے روایت کرتا ہے اس نے کہا کہ لوگوں پر قحط آیا پس ایک آدمی حضور علیہا لصلوۃ والسلام کی قبر مبارک کو آیا پس کہا اس نے کہا یا رسول اللہ اپنی امت کے لئے پانی مانگو کیونکہ وہ ہلاک ہوگئے پس خواب میں اس آدمی کو کہا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اس کو کہوں کہ لوگوں کے ساتھ استسقی کرو پس یہ سیراب ہوجائنگے۔ اس میں ہے کہ زیارت کرنے والے کو چاہیے کہ وہ زیادہ دعا مانگے یا بجزی اور فریاد وسفارش اور وسیلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیش کریں۔ اس میں تمام استغاثہ وسیلہ اور بنی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجاہت ذکر ہیں۔

جیساکہ اس نے تبصرہ کی تحقیق میں ذکر کیا ہے اور مصباح الظلام میں ذکر ہے کہ ہر حال میں وسیلہ جائز ہے بنی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیدائش بری س قبل وبعد آپ کی حیات مبارکہ میں اور وفات پانے کے بعد برزخ میں اور قیامت کے دن یہ مختصر ذکر ہوا اور ہمارے لئے یہ کافی ہے لمبا ہونے کے در سے اتنا کافی ہے ایسا بعض رسالوں میں بھی ذکر ہے۔ اور بعض متبدعات بدعتی کے جو تقیوتہ

الایمان میں ہے کہ اکثر لوگ انبیاء کرام اولیاء کرام وائمہ کرام و شہداء اور ملا ئکہ وجنات تکلیف کے وقت ندا کرتے ہیں یہ شرک ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مسلمان کی ندا سوا جنات کے وامداد طلب کرنے کے سوا نہیں اور یہ جائز ہے جیسا کہ حصن حصین میں ہے کہ اگر کسی سے کوئی جانور گم ہوجائے پس وہ ندا کریں کہ میرے امداد کروائے اللہ کے بندو اللہ تعالیٰ تم پر رحم کریں۔ اور اگر ارادہ امداد کا ہو پس یہ کہے کہ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو اور اس پر تجربہ ہو چکا ہے اور اس میں یہ بھی ہے اگر کسی کی ضرورت ہو پس وہ اچھی طرح وضو کریں اور دو رکعت نماز پڑھے پھر دعا مانگے اے اللہ میں تم سے سوال کرتا ہو اور آپ کی بنی کی وجاہت آپ کو پیش کرتا ہوں یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کی وجاہت اپنے رب کو اپنے اس حاجت میں پیش کرتا ہوں کہ وہ میرا حاجت پورا کریں یا اللہ حضور کی سفارش قبول فرما۔ اس سے یہ معلوم ہو کہ وہ شفاعت کرنے والے ہیں تو اس ندا کرنے والے کی ندا سے استعانت کی بدا کا جواز ثابت ہوا۔ فاضل قاری نے شرح فقہ اکبر میں کہا ہے۔ بعض دلائل شفاعت کی ثبوت پر ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اپنے خاص لوگوں کے لئے اور مومنوں کے لئے گناہوں کی معافی مانگو۔ واستغفر لذنبک وللمومنین (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد گرامی ہے فماتنفعھم شفاعۃ الشافعین اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہو مومنوں کو فائدہ دیتا ہے اسی طرح ملائک کرام کی شفاعت بھی فائدہ دیتا ہے یہ ارشاد گرامی ہے یوم تقوم الروح والملائکۃ صفالا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمن وقال صوابا۔ (النباء) جس روز روح اور فرشتے پرے باندھ کر کھڑے ہونگے کوئی نہ بول سکے گا بجز اس کے جس کو رحمان اذن دے اور وہ ٹھیک بات کرے۔ اسی طرح علماء اور اولیاء شہداء وفقراء اور بچے اور جو صبر کرنے والے ہوں تکلیفوں پر کی شفاعت کی اثبات ہے۔ ہاں خبات پر استعانت جائز نہیں تو یہ بھی جائز نہیں کہ امداد کے لئے ا کو ندا کی جائے۔ ملا علی قاری نے فرمایا کہ خبات پر استعانت جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی مذمت اس سبب سے فرمائی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وانہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوھم رھقا (الجن) اور یہ کہ انسانوں میں سے چند مرد پناہ لینے لگے جنات میں سے چند مردوں کی پس انھوں نے بڑھادیا جنوں کے غرور کو۔ کہتے ہیں کہ جاہلیت میں کہ جب وہ

سرزمین کسی وادی میں اترتے تو وہ کہتے کہ میں اس وادی کے سردار پر پناہ مانگتا ہوں کہ قوم کے بے وقوفوں کے شر سے تو وہ امن کے ساتھ رات گزارتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتا تو انہوں نے زیادہ کی یعنی انسانوں نے جنات سے پناہ مانگنے میں غرور سرکشی و تکبر و شر کو۔ اور یہ اس لئے کہ وہ کہتے کہ ہم نے جن اور انسان کو بند کیا پس جن اپنے نفس میں تکبر کرتا اور ان کا کفر زیادہ ہو جاتا جب انسان ان کے ساتھ یہ معاملہ کرتا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ویوم یحشرھم جمیعا یا مشر الجن قد استکشر تم من الانس وقال اولیاء ھم من الانس ربنا استمتع بعضل ببعض (الانعام آیت ۱۲۸) اور جس دن جمع کرے گا اللہ تعالیٰ ان سب کو (اور فرمائے گا) اے جنوں کے گروہ! بہت گمراہ کیا تم نے انسانوں کو اور کہیں گے ان کے دوست انسانوں میں سے اے ہمارے رب! فائدہ اٹھایا ہم نے ایک دوسرے سے۔

پس انسانوں کی مدد طلب کرنا جنات سے اپنے حاجات کو پورا کرنے میں یہ اوامر میں سے اور اجنار مغیبات کی چیزوں میں سے۔ جنات کا امداد طلب کرنا انسانوں سے یہ خاص ان کی تعظیم کی بات تھی (کیونکہ جنات انسانوں سے ڈرتے کہ جب انسانوں نے جنات سے مدد طلب کرنا شروع کی تو جنات کا غرور زیادہ ہو گیا۔) اور انسان کے لئے عاجز ہونا تھا۔

جب ہم تقیوتہ الیمان کے اختراعات کے جوابات سے فارغ ہوئے یہ وہی تقویتہ الیماں ہے جس کو تخریب الایمان کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد ہم اربعین مسائل کے جواب شروع کرتے ہیں۔

مؤلف اربعین مسائل لکھتے ہیں "اعسانت اور استمداد اہل قبور سے جس طریقہ سے بھی ہو جائز نہیں۔ بعض رسائل میں ہے کہ علماء اہل سنت کہتے یں کہ اس کلام میں تلبیس کے کئی اقسام ہیں اور تدلیس کے کئی اقسام بھی اس میں ہیں کہ شیخ کی عبارت سے دعویٰ ثابت کرنا اور اس کے کلام کے ایک حصہ پر اکتفا کرنا حالانکہ شیخ نے اس کتاب میں استمداد ثابت کی ہے۔ اور منکر کی قباحت ذکر کیا ہے اور اس نے کلام کو لمبا کیا ہے اور ان کی ناک کو گرد آلود کیا ہے جو انھوں نے زیارت قبور میں مختصر بحث کیا ہے اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے کتاب الجھاد کے باب الاسراء میں فیصلح کیا ہے اور اس میں کہا ہے۔

واما الاستمداد باهل القبور قد انکرہ بعض الفقہاء فان کان الانکار من جهته انه الاسماع لهم ولا علم ولا شعور با کزائر واحواله فقد ثبت بطلانه وان کان بسبب انه لا قدرته لهم ولا علم ولا شعور بالزائر واحواله فقد ثبت بطلانه۔

امداد طلب کرنا اہل قبور سے پس بعض فقہاء (المعتزلہ) نے انکار کیا ہے ان کا انکار اس جہت سے ہے کہ نہ وہ سنتے ہیں اور نہ ان کے لئے علم وشعور ہے زیارت کرنے والے کے ساتھ اور اس کے حال سے تو اس کا بطلان ثابت ہے اگر اس سبب سے کہے کہ ان کے لئے قدرت نہیں اور نہ علم وشعور ہے کہ زیارت کرنے والے کے ساتھ اور اس کے حال سے تو اس کا بطلان بھی ثابت ہے۔

اور وہ اس جگہ تصرف نہیں کرسکتے قیامت تک بلکہ وہ بند ہیں اور وہ اس میں مشغول ہیں جو ان کے نفسوں پر تکلیف ہو وہ اس کے سوا نہیں دیکھتے تو یہی بات ہم کلی طور سے متقین کے لئے نہیں دیکھتے جو اولیاء کرام ہیں یہ ممکن ہے کہ ان کی ارواح کو اللہ تعالیٰ کے ہاں قرب برزخ میں اور مرتبہ وقدرت شفاعت پر ودعاء زیارت کرنے اور متوسیلین والے کی طلب حاجات حاصل ہو جیسا کہ قیامت کے دن ان کو حاصل ہیں۔

اور جو دلیل نفی (کے ول لاتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ) پس بیضاوی شریف نے تفسیر کے ہے اس قول تعالیٰ کے والمدبرات امرا ای بصفات النفوس الفاضلته حاله المفارقته فانها تنزع من الابدان غرقا ای ظاهرا شدید' من اغراق الفازع فی لنفوس فتنشط الی عالم الملکوت وتسبح فیه الی خطائر القدس فیصیوبشرفها وقوتهامن المدبرات "قسم ہے اس پر جو کام کے تدبیر کرنے والے ہیں یعنی نفوس فاضلہ کی صفات پر جو بدن سے جدا ہوتی ہیں کیونکہ یہ روح بدنوں سے نکلتے ہے ظاہرا سنوت جو نفوس میں ڈالے جاتے ہیں تو وہ عالم ملکوت کی طرف چلتی ہے اور اس میں وہ تسبیح کہتی ہیں اللہ تعالیٰ سے جو حصہ ملتا ہے تو وہ اس سے مشرف ہوتی ہیں اور کاموں کے تدبیر کی طاقت سے"۔ پس میں نہیں جانتا کہ استمداد اور امداد سے کیا مراد ہے جو انکار کرنے والا انکار کرتا ہے اور جو ہم جانتے ہیں کہ دعا مانگنے والا 'اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج اللہ سے دعا مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا جو وہ محتاج ہوتا ہے وہ مانگتا ہے۔ اور اس مکرم وقوب بندہ کے وسیلہ سے جو اللہ کے ہاں اس کا رتبہ ہے اور وہ

کہتا ہے اے اللہ کے بندہ! اور اے اللہ کے ولی میری لئے شفاعت فرما اور اپنے رب سے میرے لئے دعا مانگ اور اس سے سوال کر کہ جو سوال ہے وہ میری حاجت پورا کردیں سوال جس سے کیا جائے اور جس سے امید رکھی جائے وہ اللہ تعالیٰ ہے اور بندہ اس کے درمیان وسیلہ ہے اور اللہ کے سوا کوئی قادر اور فاعل نہیں ہے اور اولیاء کرام فنا ہونے والے اور ہلاک ہونے والے ہیں اپنے کام وقدرت وشوکت میں ان کے لئے (رکو میت میں) نہ قدرت اور تصرف اب ہیں اور نہ اس وقت جب زندہ تھے دنیامیں کیونکہ ان کی صفات "فنااور ہلاک" ہیں پس یہ نہیں مگر شرک ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے مخلوق کی طرف متوجہ ہونا جیساکہ منکرنے گمان کیا ہے کہ وہ توسل اور دعاء کے طلب کرنے صالحین سے اللہ تعالیٰ کے بندے اور اولیاء سے ان کے زندگی میں اس طرح منع نہیں ہے کیونکہ یہ مستحب ہے اور دین میں جائز ہے اور اگر اس نے گمان کیاکہ یہ معزول ہوگئے ہیں اور ان سے وہ حالت وکرامت لیاگیا جو ان کے لئے زندگی میں تھاتو اس پر ان کے لئے کونسی دلیل ہے یا وہ اس پر وہ مشغول ہیں جو ان کو پیش کیا جائے آفات سے مرنے کے بعد پس یہ کلی نہیں اور اس کی دوام واستمرار پر کوئی دلیل نہیں قیامت تک اس کے لئے یہ مسئلہ کلیہ نہیں ہے اور اور استمداد کا فائدہ عام ہے بلکہ ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کھینچنے والے ہو عالم قدس کو اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں مستھلک ہے اس وجہ سے کہ اس کے لئے کوئی شعور نہیں ہے اور عالم دنیا کی طرف متوجہ ہونا اور اس میں تصرف وتدبیر کرنا جیساکہ مجذوں مشائخ لوگوں کے احوال کے اختلاف سے پایا جاتا ہے۔ اور مطلق نفی کرنا اور کلی طور پر اس سے انکار کرنا اس پر کوئی ہرگز دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف دلائل قائم ہیں ہاں اگر زیارت کرنے ولاے اس بات کے معتقد ہو کہ اہل قبور تصرف کرتے ہیں (الوحیت کی طرح) اور اللہ تعالیٰ کے سوا وہ قدرت رکھنے والے ہیں جیساکہ عوام غافل اور جاھل معتقد ہوتے ہیں یا اس کے علاوہ دوسرے حرکات کرتے ہو قبور کو چومنا اور اس کو سجدہ کرنا اور اس کی طرف نماز پڑھنا اور وہ افعال جس سے منع ثابت ہو تو اس سے عوام کو منع کیا جائے اور ان کو ڈرایا جائے اور عوام کا فعل معتبر ہرگز نہیں پس وہ بحث سے خارج ہے۔

اور یہ ہرگز نہ ہوسکتا کہ شریعت کے عالم میں سے یا جو احکام دین کو جانتا ہو اور وہ اس کا معتقد ہو اور ایسا کام کرے۔ اور جو مکاشفین مشائخ سے منقول ہیں ان کی ارواح کاملہ سے استمداد اور ان سے فائدہ

حاصل کرنا تو حصر مزکور سے خارج ہے ان کی کتب میں اور ان میں وہ مشہور ہیں اس کوئی حاجت نہیں کہ ہم اسی کو ذکر کریں اور شاید منکر متعصب کو ان کی کلمات نفع نہ دیں ہم اللہ تعالیٰ سے بچنے کی دعا مانگتے ہیں ہاں احادیث میں مروی ہے کہ مردوں پر سلام کہنا اور ان کے لئے استغفار مانگنا اور قرآن شریف پڑھنا لیکن اس میں استمداد منع نہیں ہیں پس زیارت اور امداد دونوں زیارت کرنے والے کے حال پر منحصر ہے پھر جاننا چاہیے کہ خلاف انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہے کیونکہ وہ حقیقی دیناوی زندگی کی طرح زندہ ہیں علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ پس ہم اپنے کلام کو لمبا کیا اس مقام پر منکرین کی ناک گرد آلود ہو کہ ہمارے زمانہ میں ایک فرقہ پیدا ہوا کہ اولیاء کرام کی استمداد سے انکار کرتا ہے وہی اولیاء کرام جو اس دارفانی سے دار باقی کو منتقل ہو گئے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں لیکن یہ فرقہ والے لوگ نہیں جانتے اور جو ان کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں ان کو مشرکین کہتے ہیں جیسا کہ لوگ بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور وہ وہی بات کہتے ہیں جس پر ان کو علم بھی نہیں یہ اٹکل پر ہیں۔ یہ شیخ عبدالحق محدث دہلوے رحمتہ اللہ علیہ کی عبارت تھی جو نقل کی گئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ مئولف مسائل اربعین نے دوسری کتاب لکھی ہے اس کا نام مائتہ مسائل رکھا ہے اور اس کتاب میں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسروں کی بابت اس نے فقہاء کی عبارات نقل کی ہے۔ تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو اس نے مائتہ مسائل میں کہا ہے وہ حق نہیں اگرچہ مائتہ مسائل میں حکایت وخبر مذکور ہے تو اخبار کے نسخ کو چھوڑا ہوا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس شیخ کے کلام سے استناد کیا ہے اور اس نقل کے بعد اس نے اس کے سند کے تردید اور ملاوٹ کیا ہے جو شیخ کے خلاف ہے اس بحث میں۔ یعنی بے شک مبتدع انبیاء علیہم السلام سے استمداد کے منع پر استدلال کرتا ہے کہ ان کی حیات برزخ میں ہے اور وہ دنیاوی حیات کے مثل نہیں اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اس بات کی تصریح کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم اسلام کو دنیوی حقیقی حیات حاصل ہے اور اس پر اتفاق ہے۔ شرح مسند میں تفسیر کی ہے آپ نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم اسلام حیات حسی دنیاوی سے موصوف ہیں پس آپ کی حیات شہدا کی حیات سے زیادہ ہے کیونکہ ان کی حیات معنوی اخروی ہے اور اس مسئلہ میں علماء امت کا کسی کا اختلاف نہیں۔

چوتھا بحث

صاحب اربعین مسائل کا استدلال مجمع البحار سے ہے پس اس میں مغائر ہے محل نزاع میں کیونکہ استمداد اور استعانت جس میں کلام ہے جس کے متعلق المبتدع (یعنی صاحب اربعین مسائل) نے مائۃ مسائل میں کہا ہے کہ اگر کوئی کہے یا رسول اللہ یا ولی اللہ میری شفاعت کیجئے اور اپنے رب سے دعا کیجئے اور اللہ سے سوال کیجئے کہ وہ میرا سوال پورا کریں اور ظاہر یہ صاحب مجمع البحار نے اس کا منع نہیں کیا ہے کیونکہ وہ ممکن نہیں اللہ سے پس میرے لئے اللہ کے لئے حق ہے کہ اس سے مانگو۔ اور وہ جو صاحب مجمع البحار نے منع کیا ہے ایسا تو شیخ محقق نے بھی منع کیا ہے اس قول پر کہ ہاں اگر زیارت کرنے والے اعتقاد کریں (ان کے الوہت کا) آخر تک بھی یہی بات ہے اور جو مجمع البحار میں ہے یہ قول کہ جس نے نیک آدمی کے قرب میں مسجد بنائی یا مقبرہ میں نماز پڑھی اور اس کا اسے اس کے روح کے ظاہر کا ارادہ ہو یا عبادت کا اثر اس کو پہنچتا ہو کہ اس کی توجہ کے لئے اس قسم کے اور تعظیم اس کا ہو پس اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جو شیخ کے کلام کو دیکھے تو ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور جو ہم نے ذکر کیا یہ صاحب اربعین کی تلبیس ہے جو عبارت لغوی سے وہ مطلب لیتا ہے اور حدیث ابن عباسؓ سے تکمیل الایمان میں ہے کہ استعانت اور استمداد میں بعض فقہا کا اختلا ہے وہ کہتے ہیں کہ انبیا علیہم الاسلام کے علاوہ دوسروں کی قبور کی زیارت برائے عبرت اور موت کو یاد کرنے کے لئے ہے یا ان کو نفع پہنچانا اور ان کے لئے استغفار مانگنے کے لئے ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی فعل سے ثابت ہے وہ تبع کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتا یہ احادیث صحت کو پہنچی ہوئی ہیں اور مشائخ صوفیہ کہتے ہیں کہ تصرف بعض اولیاء کو عالم برزخ میں قائم اور باقی ہے اور ان کی ارواح مقدس کو وسیلہ اور ان سے استمداد ثابتے اور موثر بھی ہے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس سے زندگی میں تبرک اور وسیلہ کیا جاتا ہے مرنے کے بعد بھی کر سکتا ہے اور یہ بات دلیل کے موافق ہے کیونکہ روح کا باقی ہونا مرنے کے بعد احادیث واجماع علماء سے ثابت ہے اور متصرف زندگی میں اور مرنے کے بعد روح ہے نہ کہ بدن اور

متصرف حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور ولایت فنا فی اللہ عبارت ہے اور اس سے باقی ہونا بھی ہے اور یہ نسبت مرنے کے بعد بہت کامل اور پورا ہوتا ہے اور ارباب کشف و تحقیق روح کے مقابل زیارت کرنے والا ہوتا ہے اور یہ موجب لمحات کی شعاع و انوار و اسرار ہوتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے اور طالبوں کو ارشاد کرتے ہیں۔ اور منکروں کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔ مشائخ میں سے ایک نے کہا ہے کہ میں نے چار اولیاء کرام کو دیکھے کہ وہ زندگی کی طرح اپنی قبور میں تصرف کرتے ہیں یا اس سے زیادہ ان میں سے شیخ معروف کرخی اور شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں اور دو دوسرے اولیاء کرام ہیں۔ منتہی المقال میں ہے کہ نفع زیارت کرنے والے کو اولیاء کرام و صلحا کی قبور سے ثابت ہے اور زیادہ فیوض کا حصول ارواح مقدسہ سے اس میں انکار کی کوئی جگہ نہیں اور صوفیاء کرام کے نزد بمنزلہ مشاہدات و محسوسات پائیں اور اس میں آثار عجیبہ اور بہت سی منافع دیکھے ہیں اور قبور سے نفع اور مقدس مقبرہ کو زیارت کرنے میں راز یہ ہے کہ نفس کے لئے دو قسم علاقہ بدن کے ساتھ حاصل ہے ایک صورت شخصیہ کی جہت سے جو بدن کے ساتھ مخصوص ہے اور مدت سے یہ تعلق خواہ مخواہ ختم ہوتا ہے اور دوسری قسم مادہ محفوظہ کی جہت سے اس آدمی کا ہر صورت میں ہو خواہ بدن سے ہو یا مٹی سے یہ علاقہ مدت سے باطل نہیں ہو سکتا بلکہ یہ تعلق باقی ہے پس نفس بدن سے جدا ہونے کے متوجہ و متوقع مادہ بدینہ کے ہوتا ہے اور مقدمہ جو مشہور ہے کہ اس نے سفر کیا ہے کہ وہ اپنے گھر و منزل کو یاد کرتا ہے پس ہر وقت مومن کی نفس مورد اشرافات کا آئینہ اور فیوضات ربانیہ ہو جاتا ہے پس نفس زیارت کرنے والے بلکہ ہر وقت تمام توجہ سے زیارت قبر میں حاضر ہوتا ہے اور یہ حضور مرقد اور محبت وہ خواہ مخواہ جانتا ہے نفس زیارت کرنیوالے پر تو ہو جاتا ہے اور اپنے استعداد سے وہ فائدہ حاصل کرتا ہے اور متکلمین نے دوسرے دلائل عقلیہ سے اس کو ثابت کیا ہے امام فخرالدین رازی کہتا ہے جس وقت زیارت کرنے والا قبور کے قریب جاتا ہے اس کی نفس کو حاصل ہوتا ہے تعلق خاص قبر کے ساتھ چنانچہ نفس صاحب قبر کو بھی تعلق اس کے نفس کے ساتھ ہو جاتا ہے پس ان دو اسباب سے تعلق حاصل ہوتا ہے مقابلہ معنوی اور علاقہ خاص اگر جس کی زیارت کی جائے اس کی نفس قوی ہو تو نفس زیارت کرنے والا مستفیض ہو جاتا ہے اور علامہ تفتازانی

نے کہا ہے کہ زیارت قبور کرنے والے کو نفع حاصل ہوتا ہے کہ نفس منارق کو اس کی طرف تعلق ہوتا ہے بدن کے ساتھ اور اس قبر کے ساتھ جس میں وہ دفن ہوچکا ہو پس جس وقت زیارت کرنے والا اس قبر کے ساتھ جس میں وہ دفن ہوچکا ہو پس جس وقت زیارت کرنے والا اس قبر کی طرف متوجہ ہوتا ہے نفس میت کی طرف پس ان دو نفسوں کے درمیان ملاقات اور اضافات حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرنے والا ہے۔

جب ہم صاحب اربعین مسائل کی جوابات سے فارغ ہوئے تو ہم شروع کرتے ہیں جس نے اللہ تعالیٰ کو عجز اور جہل سے متصف کہا ہے۔

اس کا یہ قول کہ ممکنات سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عجز اور جہل کی صفت سے موصوف ہونا پس یہ قول اس کا باطل ہے اور کفر ہے اس پر جمہور علماء اسلام نے تصریح کی ہے کہ اعتقادیات میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے نقص کی صفات سے اور یہ عقیدہ تمام مخلوقات پر فرض ہے اور یہ محال ہے کہ اس پر اجماع ہے اور جس نے اس میں وہم اور اطلاق کیا ہے نقص کا تو اس کی گمراہی ہے اور علم کے بعد اس پر اطلاق کرنا اقتضاء النقص کے یہ اس کی اہانت اور کفر ہے بالاتفاق۔ امام ابن ہمام نے مسائرہ میں کہا ہے کہ صفات نقص محال ہے جیسا کہ جہل ہو یا جھوٹ اور شرح ابن ابی شریف میں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ان صفات سے بھی پاک ہے کہ اس میں کمال نہ ہو۔ کیونکہ ہر وہ صفات اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جن میں کمال ہے اور اس میں اشعریہ کو بھی خلاف نہیں ہے کہ ہر وہ وصف جو بندوں کے حق میں نقصان ہے پس اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے اور جھوٹ یہ نقص کا وصف ہے بندوں کے حق میں۔ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری نے کہا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی وصف کی جو اس کے شان کے لائق نہ ہو یا اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے کسی اسم کا مسخرہ کیا یا اللہ تعالیٰ کے اوامر میں سے کسی امر کے یا اس کے وعدہ کے وہ منکر ہوا یا وعید کے وہ کافر ہوجاتا ہے تکمیل الایمان میں ہے حاصل جملہ یہ ہے کہ ہر جو جنس بقا و کمال سے ہو اس کے لئے ثابت ہے اور جو نشان نقص و زوال کا ہو اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ بالجملہ دعویٰ امکان انصاف عزوجل جھوٹ وغیرہ سے تو یہ دین کی بنیاد کو منہدم کرنے والا

ہے اور مسلمانوں کی اجماع کو پھاڑنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہتک کرنے والا ہے اس طرح اس کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ اس کی قدرت سے ہے۔ شرح عقائد جلالیہ میں ہے کہ جھوٹ نقص ہے تو وہ ممکنات سے نہیں تو قدرت کو وہ شامل نہیں ہو سکتا اور استدلال اس سے کہ انسان کی قدرت زیادہ ہوتی ہے قدرت الٰہیہ پر تو یہ انتہائی بغاوت اور گمراہی ہے کیونکہ قدرت ربانی مخلوق ممکنات پر اس کی قدرت ہے اور انسانی اعمال کسب پر قدرت رکھتا ہے تو ان دونوں باتوں میں بہت بعد ہے تو اس میں زیادت اور نقصان کہاں سے آیا۔

اور اس استدلال میں گمراہی اور طغیانی کی اقسام میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عقل اور ایمان کا حصہ دیا ہو اس پر یہ بات ثابت ہے اور جو عام قدرت اس نے ذکر کیا ہے اور اسپر وہ گمراہ مغرور ہے اور یہ ایک ذریعہ گمراہی کا ہے ہم اس کو ذکر کرتے ہیں۔ اس میں انہوں نے کہا ہے شاید اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے دے اور اس کے تابع کرنے والے کو۔

ازہری نے شرح جوہرہ میں کہا ہے جان لو اگر محالات اور واجبات پر عدم تعلق قدرت ہو بے شک وہ ان دو کے عدم قابلیت ان کے ساتھ تعلق کی وجہ سے ہے نہ کہ ہر قسم کے تو یہ لازم نہیں کہ عدم تعلق سے قصور ہو اور جو ابن حزم سے نقل ہے اس نے ملل والنحل میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ ولد کو پکڑے اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو وہ عاجز ہو گا یہ اس کا وہم ہے کیونکہ قصور اس وقت ہوتا ہے کہ اگر عجز کسی گوشہ قدرت سے آجائے کہ شئی کا جو اس کے ساتھ تعلق ہو۔ اور جو عدم تعلق ہو کسی شی کا تو یہ خارج از بحث ہے جنس مقدور سے تو البتہ عدم تعلق سے قصور نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ تعلق قصور کی طرف لے جاتا ہے البتہ اس کے نہ کرنے میں پھر قصور آتا ہے۔ اور جب علامہ شبراعلی سے کسی نے پوچھا اس آدمی کے متعلق کہ وہ یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ قادر نہیں کہ اس کو اپنے ملک سے نکالے کیا وہ اس پر کافر ہوتا ہے یا نہ؟ تو اس نے جواب دیا کہ اس قول سے وہ کافر نہیں ہوا کیونکہ اپنے ملک سے نکالنا یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس کو اپنے ملک سے نکالے اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ کا تعلق اس کے ساتھ نہ ہو تو وہ محال ہے اور قدرت محال کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ کنزالفوائد میں ہے کہ واجب

کو نکالنا اور محال تو ان دونوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یعنی قدرت اور ارادہ ان دو کے ساتھ کیونکہ یہ دو اثر کرنے والی صفات ہیں اور بعض اس سے یہ ہے کہ اثر کا وجود عدم کے بعد تو وہ عام کو ہرگز قبول نہیں کرتا جیسا کہ واجب ہے نہیں ہے اثر ان دونوں کے لئے کیونکہ لازم نہ ہو جائے حاصل کی تحصیل ہونا اور وہ جو وجود کو قبول نہیں کرتا جیسا کہ محال میں اثر ممکن نہیں اگر اس کو ممکن مانا جائے تو حقیقت کہ الٹا کرنا پھر جائز ہوگا۔ اور ان میں سے ہر ایک محال ہیں۔ پس اسی جگہ عدم تعلق ان دونوں سے ہرگز قصور نہیں ہوتا بلکہ قصور تعلق میں ہے جب کہ اس پر لازم ہوتا ہے تعلق سے پس اسی جگہ جائز ہے کہ ان کی نفسوں سے عدم تعلق اور ذات عالیہ سے اعدام اور الوہیت کا اثبات تو حوادث کو قبول نہیں کرتا اور سلب کرنا ان صفات کا جو وہ مستحق ہو پس کون سا قصور اور فساد ہے اور بڑا نقص اس سے اور یہ تقدیر بڑے تخلیط کی طرف راجع ہے اور جسم کے خرابی کے باقی نہیں رہتا عقل اور نہ نقل نہ ایمان اور نہ کفر اور بعض بدبخت مبتدعین میں سے قصداً" یہ کہتے ہیں اور تصریح کرتے ہیں اس کی نقیض پر اور بالجملہ کسی سے پوشیدہ نہیں اس پر جس کو کتب عقائد کے ساتھ معلومات ہو کہ اہل سنت اس پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور وہ صفات جس سے عجز لازم ہو وہ محال ہے۔ اہل سنت نے اس شخص کے کفر کی تصریح کی ہے جس نے عجز سے اللہ تعالیٰ کو موصوف مانا جیسا کہ کنز میں لکھا ہے۔ اور وہ استدلال کرتے ہیں کہ وہ عقائد رکھنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہو اور جو نقص ہو وہ محال ہے۔ اور جو اس کا یہ قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کا امکان ہو سکتا ہے پس امام ابو فضل تورپشتی نے اپنی کتاب معتمد فی المعتقد میں تصریح کی ہے کہ یہ کفر ہے کہ جس نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کے امکان ہو سکتا ہے۔ اور ایمان کی فضیلت بیان کی کہ حضور خاتم النبیین اور معنی ختم نبوت کی تحقیق کی ہے اور اس بحث کو لمبا کیا ہے۔ علامہ نابلسی نے کہا کہ ان کا مذہب فاسد ہے۔ بیان کا احتیاج نہیں کیونکہ عینی شہادت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی دوسرے نبی کا ہونا جائز کی طرف راجع ہے۔ اور یہ قرآن مقدس کی تکذیب کو مستلزم ہے۔ اور قرآن کی نص ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں اور آخر المرسلین ہیں اور احادیث نبویہ میں ہے کہ میرے بعد کوئی نبی

نہیں اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر باقی ہے اور یہ ان مسائل میں سے ہے کہ ہم نے فلاسفہ کو اسی سبب سے کافر کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو (ایسے فلاسفروں پر) ایسی دوسرے رسالوں میں بھی ہے۔ تفسیر احمدی میں ہے میں کہتا ہوں کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے جو ذکر کیا گیا ہے اور وہ یہ اللہ کا قول ہے اذا خذ اللہ المیثاق الا یتہ ہمارے نبی صلی اللہ کی فضیلت کی تصریح ہے اس قول میں کیونکہ مضمون اس پر دلال ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی انبیاء علیہم السلام سے وعدہ لیا کہ میں تمہیں کتاب اور شریعت دوں گا۔ اس شرط طرکہ اگر آپ کے بعد آخر زمانہ میں آپ کے پاس نبی آجائے جس پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے جو تمہارے کتابوں کی تصدیق ہے جو کتاب و حکمت ہے تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اگر وہ تمہارے زمانہ میں ظاہر ہو جائے۔ خاتم النبین وہ نبی ہوتا ہے جو سب سے آخر ہو وہ سلسلہ اس پر ختم ہو یا اس پر ختم ہو جائے عاصم کی قراۃ پر زبر ہے۔ اگر اس کا بالغ لڑکا ہوتا کہ یہ مرتبہ اس کا ہو سکتا کہ وہ نبی ہوتا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم کے حق میں کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو وہ نبی ہوتا اور اس سے نزول عیسیٰ علیہ السلام پر کوئی قدح نہیں آسکتا۔

کیونکہ جب وہ آجائے تو حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے دہن پر ہوگا تو خاتم النبین کا مراد یہ ہے کہ وہ آخر نبی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

جان تو کون مستحق ہے کہ اس پر نبوۃ ختم ہو اور اس کی شان کیسی چاہی (بیضاوی) کو ایکن رسول اللہ و خاتم النبین پس نہیں ہو سکتا اس کے لئے کسی ادی کا بیٹا اس کے بعد کہ وہ نبی ہو اور دوسری قراۃ میں تا کا زبر ہے جیسا کہ ختم کرنے کا الہ کہ اس پر ختم ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اس پر کہ اس کے بعد نبی نہیں ہے اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو جائے۔ اس کی شریعت پر حکم کرے گا (جلالین)

و خاتم النبین اللہ تعالیٰ نے نے اس پر انبیاء ختم کئے ہیں اس سے قبل نہیں ہو گتا آپ کے بعد (ابن عباس) تفسیر احمدی میں ہے و خاتم النبین کے تحت یعنی آپ کے بعد کوئی نبی ہر گز مبعوث نہیں

فرمائے گا اور جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو آپ کی شریعت پر عمل کریں گے اور وہ آپ کا خلیفہ ہو گا اور وہ اپنے شریعت پر حکم نہیں کریں گے اور اگر آپ سے قبل نبی ہو اور اگر آپ کے بالغ لڑکا ہوتا تو وہ سب سے پہلے نبوت کا مستحق تھا جیسا کہ نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے ابراہیمؑ کی وفات کے وقت فرمایا اگر وہ زندہ ہوتا تو نبی ہوتا یا آیت مذکورہ کی تفسیر ہے اور مقصود اس سے یہ ہے کہ آیت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ہمارے نبی علیہ الصلواۃ والسلام پر نبوت ختم کی ہے (تفسیر احمدی) اور وہی بات جو کہی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہے یہ خلق اور ایجاد الٰہی کے اعتبار سے ہے اس معنی پر کہ اللہ تعالیٰ پید کرنے اور نبوۃ کی ایجاد میں پورا ہے اور تمام انبیا علیہم اسلام کی نبی علیہ السلام پر خاتم النبین میں یہ نہیں کہ قدرت کے لئے اعتبار اسی معنی پر کہ قدرت الیہ کے لئے باقی نہیں کہ کسی کو نبی بنائے اور کسی کو نبی بنانے سے وہ عاجز ہے بلکہ نبی بنانے میں یہ ممکنات سے ہے کہ وہ قدرت رکھنے والا ہے اور منع ہے اس پر قیاس کرنا ایجاد پر اور یہ تمسک کیا جاتا ہے جو تفسیر مظہری میں ہے ولکن رسول اللہ خاتم النبیین یہاں تک کہ اس کے بعد نبی نہیں ہے۔ ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر میں سلسلہ نبوت ختم نہ کرتا تو آپ کا بیٹا نبی بناتا۔ عطا سے روایت ہے وہ ابن عباس سے روایت کرتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ جب حکم دیا کہ آپ کے بعد نبی نہیں ہے تو آپ کو لڑکا (بالغ) نہیں دیا۔ ابن ماجہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیمؑ کے متعلق جس وقت وہ فوت ہو گیا اگر وہ زندہ ہوتا تو وہ نبی ہوتا اس میں کوئی قدح نہیں ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول آپ کے بعد کیونکہ جب وہ اترے تو وہ آپ کی شریعت پر ہو گا اور عیسیٰ علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ اسلام سے قبل نبی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے سلسلہ نبوت کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کیا ہے جو نبی پہلے تھے وہ باقی ہیں تو یہ ختم نبوت کو منافی نہیں ہے اس لئے پہلی حدیث سے جو مفہوم لیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو معلق رکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا نبی ہوتا تو اس سے سلسلہ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نہیں ہوتا اور تیسری حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے حیات پر موقوف کیا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ موت اور حیات یہ دونوں ممکنات

سے ہے اور ختم وعدم ختم یہ مختارات سے ہے اور فعل اختیاری اور امر اختیاری کے ساتھ موقوف کرنا یہ ممکنات سے ہے اور یہ ممتنع بالذات نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ منافی نہیں اختیار کے لئے یہ جو کہا گیا تو یہ جمہور کے خلاف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کو جائز ماننا تو یہ قرآن مقدس کی تکذیب کو مستلزم ہے اور اجماع امت کی تکذیب کو اس کلام کے بقا پر اور خاتم النبین اپنے حال پر جیسا کہ ہم نے بیان کیا اس سے قبل تفصیل کے ساتھ اس کو سمجھو۔

اس (گمراہ) کا یہ قول کہ عام مسلمانوں کے ساتھ حضور علیہ التحیہ والثنا برابر ہے علامہ خفاجی رحمتہ اللہ علیہ شرح شفاء میں لکھتے ہیں کہ جس نے ادب کو چھوڑ دیا جو پوشیدہ نہیں، حاشا کہ جو مسلمان بھی ہو یا مسلمانی کا ذوق بھی ہو اور وہ اس بات پر راضی ہو کیونکہ یہی بات کفر ہے۔ ملا علی قاری قاضی عیاض کے اس قول کہ وہ خصوصیات جو مخلوق میں حضور علیہ السلام سے قبل کسی میں نہیں تھیں کے تحت لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے وجود مبارک کے مثل ہونا بعد میں بھی محال یعنی ناممکن ہے اور جو جواز کے قائل ہے حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اس کے متعلق شرح طریقہ محمدیہ میں ہے کہ جو بعض کرامیہ سے نقل ہے کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے یہ کفر و گمراہی ہے۔

کنزالفوائد میں ہے کہ ولی نبی کی طرح اپنے درجہ ولایت میں ہے اور ولی کو نبی پر فضیلت نہیں دی جاتی۔ جیسا کہ کرامیہ فرقہ نے کہا یا کہ بعض بے دین صوفیا میں سے کیونکہ نبی معصوم ہوتا ہے اور برے خاتمہ سے امن میں ہوتا ہے۔ اور وحی سے مکرم ہوتا ہے اور ملائک کے دیکھنے سے، احکام کی تبلیغ میں مامور ہوتا ہے۔ اور لوگوں کو ارشاد میں صاف کمالات سے متصف ہونے کے بعد جو ولی سے اس سے متصف نہیں ہوتا یہ اس دریا کا ایک قطرہ ہوتا ہے اور یہ تمام صوفیاء کرام اور اہلسنت کا ہے یہاں تک ان کے اکابر نے کہا ہے کہ ایک نبی تمام اولیاء سے اللہ کے نزدیک افضل ہوتا ہے اور جس نے ولی کو نبی پر فضیلت دی تو اس کے لئے ڈر ہے کہ وہ لھو لعب میں کافر ہوا ہے۔ علامہ نابلسی نے مطالب میں لکھا ہے کہ جو ہر مکلف پر فرض ہے انبیاء و رسل کے متعلق مخلوق کے انتہائے کمال کی صفات سے وہ متصف ہوتے ہیں اور یہی معرفت ہے۔ اخلاق رزائل ونقائص ان کے لئے محال ہے۔ وہ بشری اخلاق جس میں

نہ کمال ہو اور نہ نقص ہو وہ ان کے لئے ماننا جائز ہے۔ اس کی تفصیل بیان کی جائے گی۔ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ عقیدہ رکھا جائے کہ انبیاء علیہم السلام تمام مخلوقات سے صفات کمالیہ سے ممتاز ہیں ان کے درجات کے ترتیب سے اور ایسا عقیدہ رکھے کہ مخلوقات میں کسی میں کوئی نقص ہو اور وہ نقص ان کے حق میں جائز رکھے۔ جیسا کہ بعض رسائل میں یہ بات لکھی ہے ملا علی قادری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم من حیثیت نبی ہے انبیاء میں سے اور یہ تمام کفر سے معصوم ہیں۔ ابتداء میں بھی اور انتہا میں بھی۔ اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ ایمان کے آخری درجہ پر دنیا سے رخصت ہوئے ہیں اور جو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اولیاء اور علما و اصفیاء ہیں تو ہم ان کو ایمان پر مرنے کا حتماً" فیصلہ نہیں کر سکتے اگرچہ ان سے خوارق عادات و ان کی حالات کمالات سے اور قسما قسم طاعات سرزد ہو جائے کیونکہ ان کے کام لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ پس اس وجہ سے عشرہ مبشرہ یا ان جیسے حالات کے بدلنے پر خوف زدہ تھے اور برے انجام سے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ کوئی ولی بھی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ انبیاء علیہم السلام خاتمہ کے ڈر سے امن اور گناہوں سے وہ معصوم ہوتے ہیں ان کی عزت وحی سے کی جاتی ہے یہاں تک کہ خواب اور ملائیک کے دیکھنے میں بھی ان کی عزت کی جاتی ہے وہ احکام کی تبلیغ میں اور لوگوں کو ارشاد پہنچانے پر مامور ہوتے ہیں تو وہ اولیاء کرام کے کمالات سے بھی وہ اعلیٰ درجوں پر متصف ہوتے ہیں۔ پس جاننا چاہئے کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے عام مومنوں سے مساوات نہیں ہے اور جو مساوات کا قائل ہو تو وہ بہت بڑا گمراہ (کافر) ہے۔ تفسیر احمدی میں ہے "حق بات یہ ہے کہ اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں کہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صغیرہ نہ اور نہ کبیرہ گناہ کے مرتکب تھے ایک وقت کے لئے بھی وحی سے قبل یا بعد جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فقہ اکبر میں ذکر کیا ہے۔ تو قائل کو یہ بات کہاں ثقلین سے آئی کہ وہ دوسرے لوگوں کے قریب یا برابر ہے۔ یا اس سے افضل ہے۔ پس اس کو جاننا چاہئے اور صراط مستقیم پر قائم رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے۔ ملا علی قاری نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی عصمت کے متعلق وہی بات حق ہے جس کو امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ نہ وہ

ہرگز صغیرہ اور نہ کبیرہ کے مرتکب تھے اور جو اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ عفا اللہ عنک لم اذنت لھم الا یتہ یا اللہ تعالیٰ کا یہ قول ماکان لنبی ان یکون اسریٰ الا یتہ تو یہ ترک اولیٰ پر محمول ہے مقام اعلیٰ کے نسبت۔ شرح فقہ اکبر کی عبارت ختم ہوئی۔

جب ہم اس فرقہ کی جوابات سے فارغ ہوئے تو ہم اب اس شخص کی عقائد کی جوابات شروع کرتے ہیں۔ جو حضور علیہ الصلواۃ والسلام اور شیخین کو برا بھلا کہنے کا اعتقاد رکھتا ہو۔

چوتھا بحث

گستاخی کے متعلق انتباہ میں ہے کہ وہ کافر ہے اس کی توبہ دنیا و آخرت کے لئے مقبول ہے وہ کافر ہے حضور علیہ الصلواۃ والسلام اور تمام انبیاء میں سے جس کی بھی گستاخی کی جائے یا شیخین کو برا بھلا کہنا یا مسخرہ سے اگرچہ عورت ہو تو وہ زندیق ہے جب اس نے توبہ نہیں کی ہو توبہ سے پہلے ہو۔ درمختار میں ہے کہ ہر مسلمان جب بھی وہ مرتد ہوا تو اس کی توبہ مقبول ہے مگر اگر ایک جماعت بار بار مرتد ہوئی اور کافر جو کسی نبی میں سے ایک نبی کی گستاخی کریں۔ تو وہ قتل کیا جائے گا اور اس کی مطلق توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اگر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی تو توبہ تو قبول کی جائے گی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور دوسرا بندہ کا حق ہے تو بندہ کا حق توبہ سے زائل نہیں کیا جاتا۔ پس جس نے اس کے عذاب اور کفر میں شک کیا وہ کافر ہوا۔ اور یہ تمام بیان الدور کے جزیہ کے باب میں نقل کیا گیا ہے اور یہی حکم ہے کہ جس نے بغض بھی رکھا دل میں کسی نبی سے مولف نے اپنی کتاب میں استہزا اور استخفاف کو دونوں اکٹھے کئے ہیں کہ یہ اس کے حق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ وہ کافر ہے جو شیخین پر تیرابازی یا گستاخی کرے کہ ان میں سے کسی کی بحر میں جوہرہ سے نقل کیا ہے کہ جس نے شیخین کی گستاخی کی اور یا ان میں سے کسی پر طعن کیا تو وہ کافر ہوا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جاتی۔ اور دبوسی و ابواللیث نے بھی یہی کہا ہے اور فتویٰ کے لحاظ مختار ہے۔ اور اس پر اشباہ والا نے جزم کیا ہے اور مصنف نے اس کا اقرار کرکے کہا ہے کہ گستاخ رسول کی توبہ قبول نہیں کی جاسکتی اور وہ وہی شخصیت ہے کہ اس سے مدد فتوں

اور قضاء میں مدد لی جاتی ہے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی وجہ سے لیکن النہر میں جو لکھا ہے تو اس کا وجود جوھرہ میں نہیں ہے اور اس کے بعض نسخوں کے حاشیہ میں پایا جاتا ہے ساتھ اس بات کی کہ ماقبل سے اس کا کوئی ربط نہیں ہے پس میں کہتا ہوں کہ ہمارے لئے وہ کافی ہے جو ذکر کیا گیا۔ پس اس سے عبرت پکڑنا چاہئے۔ تذکرۃ الابرار والاشرار میں ہے کہ حضرت امام المتکلمین امام ابو منصور ماتریدی نے گستاخ رسول کو مارنے کا حکم دیا ہے اور قتل کرنے میں تامل جائز نہیں جانتے تھے تاکہ فساد کا مادہ نکل جائے جیسا کہ یہ اس کا قول ہے کہ جس نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی یا اس میں عیب نکالا یا اس کی اہانت کی یا دین میں یا اس کی ذات یا کسی ذاتی صفات میں سے ایک صفت کی اور وہ گستاخ امت میں سے ہو یا اہل کتاب میں سے ہو وغیرہ جیسا کہ ذمی یا حربی ہو اور وہ گستاخی واہانت اور عیب اسی سے قصداً سرزد ہوا ہو یا سہواً ہو۔ یا غفلت اور ہزل سے سرزد ہوا ہو تو وہ ہمیشہ کے لئے کافر ہوا اگر اس نے توبہ کی تو اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور متاخرین کے نزد شریعت کی حکم سے یہی ہے اور اکثر متعقدین کا یہ فیصلہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے اور بادشاہ یا اس کا نائب یا قاضی یا قاضی کے نائب کو چاہئے کہ اس کو قتل کردیں اور اس طرح حکم والیان حکومت اور افسروں کے لئے بھی ہے۔ اگر کسی نے رعایت اس کے قتل میں کی اور وہ اس کے قتل پر قدرت رکھتے تھے تو وہ بھی اس گستاخی پر راضے ہوئے جو اس سے صادر ہوئی تھی تو یہ ان کا کفر ہے اور کفر پر راضی ہونے سے انسان کافر ہوتا ہے۔ اور یہی حکم خلفاء راشدین کی شان میں گستاخی کا ہے۔ خصوصاً شیخین کا یا ان دونوں میں سے ایک کا تو علی الطلاق اس کی توبہ قبول نہیں کی جاسکتی۔ اور حموی نے دینی شرح الاشباہ میں اور درمختار و تذکرہ میں ذکر کیا ہے۔

اگر کسی نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام یا شیخین کے حق میں گستاخی کی یا ان میں سے کسی ایک کی گستاخی کی وہ کافر ہوا اور علی الاطلاق اس کی توبہ قابل قبول نہیں۔ حمودی نے شرح اشباہ میں انکافر بسب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذیل میں لکھا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ظاہر کلام تو یہ ہے کہ گستاخ انبیاء کی توبہ قابل قبول نہیں کی جاسکتی۔ اللہ تعالٰی کے ہاں تو یہ مخالف اس بات کی ہے جو شرح کنز میں ہے اس میں یہ تصریح ہے کہ توبہ قبول ہے اللہ تعالٰی کے ہاں۔ بعض فضلا نے فرمایا ہے وہ جو ذکر کیا ہے

مصنف نے کہ اس کی توبہ قبول نہیں تو یہ یاد کیا جاتا ہے بعض مالکی بھائیوں سے جیسا کہ نقل کیا ہے قاضی عیاض وغیرہ سے جو ہمارا طریقہ ہے تو اس میں نہیں ہے۔ تو اس زمانے کے لوگوں نے اس پر انکار کیا جیسا کہ برہمتوشی اور سیخ امین الدین بن عبدالعال ہو گئے اور یہ قول س کا کہ شیخین کی گستاخی کے متعلق کہ جس نے شیخین کے حق میں گستاخی کی اس کی توبہ قبول نہیں بحر میں جوھرہ سے نقل ہے لیکن عام نسخوں میں نہیں پایا گیا اور یہ بھی حکایت ہے کہ علامہ عمر ابن نجیم سے اس کے بھائی نے یہ نقل کیا ہے کہ اس نے فتویٰ دیا تھا اس پر جب اس سے نقل طلب کیا گیا تو اس نے نہیں پایا سوا جوھرہ کے اور یہ واقعہ کسی آدمی کے جلانے کے بعد ہوا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ عام نسخوں میں جوھرہ میں اس کا ثبوت ہو جائے تو اس کی کوئی وجہ نہیں کہ ظاہر ہو جائے جو ہم نے پہلے ذکر کیا کہ توبہ اس کی قبول ہے جو گستاخی کریں انبیا کی اور مالکی و حنابلہ کے اس سے خلاف ہے جب بات ایسی ہو تو پھر کوئی وجہ نہیں ہو سکتا اس قول کے لئے کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہو شیخین کے حق میں گستاخی کریں بطریق اولیٰ سے۔ بلکہ کسی آئمہ اعلام سے یہ ثابت نہیں۔ حموی کی عبارت ختم ہوئی۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں کہا ہے امام اعظم کے اس قول کہ ہم زائل نہیں کر سکتے ایمان کا نام یعنی ہم ساقط نہیں کر سکتے مسلمان سے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو ایمان کا وصف جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ایمان سے نکلتا ہے اور کفر میں داخل نہیں ہو سکتا۔ تو وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ اس کا منزلہ جو ہے وہ کفر و ایمان کے درمیان میں ہے اور اس بات میں ان کا یہ بھی اتفاق ہے کہ صاحب کبیرہ ہمیشہ جہنم میں ہوں گے۔ اور جو امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ اس نے جہم ابن صفوان سے کہا کہ اے کافر نکلو تو یہ تشبیہ پر محمول ہے۔ پھر امام صاحب کلام کی تشریح یہ ہے کہ وہ گناہ گاروں کی تکفیر نہیں کرتے جو اہل قبلہ سے ہو خواہ وہ اہل بدعت سے کیوں نہ ہو یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ شیخین کی گستاخی کرنے والوں کو کافر نہیں سمجھتے۔ جیسا کہ ابو شکور رسالمی نے تمہید میں اس کی تصریح کی ہے۔ تو وہی بات عدم ثبوت پر مبنی ہے کیونکہ مسلمان کو برا بھلا کہنا والا فاسق ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ثابت ہے یہاں شیخین وغیرہما بھی اس حکم میں برابر ہیں۔ شیخین کے قتل کرنے والے اہل سنت کے نزدیک وہ مسلمان سے نہیں نکلتے۔ اور اس سے یہ معلوم ہونا

چاہئے کہ گستاخی قتل سے گناہ میں کم ہے ہاں اگر گستاخی یا قتل کو حلال سمجھے تو وہ خواہ مخواہ کافر ہے۔ تو حاصل کلام یہ ہے کہ فسق اور عصیان سے ایمان زائل نہیں ہو سکتا کہ وہ کافر ہو جائے۔ اس میں کوئی واسطہ نہیں اور اسی طرح بدعت سے ایمان نہیں جاتا جیسا کہ معتزلہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کرتے ہیں اور افعال کا خالق مخلوق ٹھہراتے ہیں اور معاد میں اللہ تعالیٰ کا لکھنے کو جائز مانتے ہیں تو یہ تاویل پر مبنی ہے اگرچہ فساد کی وجہ سے ہو سوا جسمیت کے قائل کے۔ اور اللہ تعالیٰ کا علم کا انکار جزئیات کے تو وہ ان دونوں سے بالاجماع کافر ہوتے ہیں اس میں کسی کا جھگڑا نہیں۔

شرح العقائد میں ہے "کہ صحابہ کو برا بھلا کہنا اور ان پر طعن لگانا اگر ادلتہ قطعیہ کے مخالف ہو تو کفر ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو گالی دینا اگر ایسا نہیں تو بدعت اور فسق ہے اور یہ تصریح اس بات کی ایک نشانی ہے کہ برا بھلا کہنا شیخین کو کفر نہیں ہے عام علماء کے نزدیک۔

علامہ شامی نے درمختار کے قول کے تحت لکھتے ہیں مطلق خواہ خود توبہ کر کے پیش آئے یا اس پر گواہ گواہی دیں (بحرالرائق)

کیونکہ اس میں بندے کا حق ہے اور بندے کا حق ساقط نہیں ہوتا جس وقت (حد کے لئے) اس سے مطالبہ کیا جائے جیسا کہ گالیوں کا حد ہوا تو خواہ مخواہ دلیل ضروری ہے۔ یہ اس بات پر دلالت کرنی والی ہے کہ حاکم کیلئے یہی مطالبہ ہے اور وہ ثابت نہیں اور یہ ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت سے لوگوں کو معاف کیا ہے۔ جنہوں نے آپ کو تکلیف اور گالیاں دیں۔ جیسا کہ ابی سفیان وغیرہ نے اسلام سے قبل یہی حرکت کی تھی۔ اور یہ تمام الدرر میں نقل ہے اور اس نے بزازیہ سے نقل کیا ہے۔

ابن سحنون مالکی سے کہا ہے کہ اس بات پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حضورؐ کی گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اس کا حکم اس کو قتل کرنا ہے اور جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے مولف کہتا ہے یہی عبادت شفاء قاضی عیاض میں لکھی ہے۔ اور بزازی نے اس سے نقل کیا ہے اور اس کے فہم میں خلاف واقع ہوئی کیونکہ مراد اس سے توبہ سے پہلے ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو بہت سے آئمہ

مجتہدین کی تکفیر لازم ہوگی جو توبہ کے قبول کے قائل ہیں اور جو کہتے ہیں کہ اس کو قتل کیا جائے تو قتل کرنا بھی اس سے ساقط ہو جائے گا۔ اگر اس نے توبہ کی تو وہ کہتے ہیں کہ آخرت میں اس کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ جیسا کہ اس کی تصریح ہو گئی ہے اور ہم نے دوبارہ آگے لکھا۔ پس جان لو کہ مراد اس سے قطعی یہی بات ہے جو ہم نے کہی۔ صاحب در مختار کے قول کے ذیل میں لکھا ہے کہ شفاء کے آخر میں تصریح ہے پس یہ اس کے فتاویٰ میں اس کا استدراک ہے اور شفاء کی عبارت اس طرح ہے۔

ابو بکر بن منذر نے فرمایا ہے کہ عوام اور اہل علم کا اجماع ہے کہ جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی اس کو قتل کیا جائے۔ اور جس نے یہی بات کی ان میں سے مالک بن انس ولیث' احمد اسحاق ہیں اور یہی مذہب امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ اور وہ قول ابو بکر رضی اللہ کا بھی ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ اور ایسا قول امام ابو حنیفہ" کا بھی ہے اور آپ کے اصحاب کے بھی امام شوری و اہل کوفہ کے واوزاعی کے مسلمانی کے متعلق ہے لیکن یہی حضرات کہتے ہیں کہ یہ مرتد ہونا ہے اور ولید بن مسلم جو مالک سے نقل کیا ہے اور طبرانی کی روایت بھی ان کی طرح ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب سے ایسا مروی ہے کہ جو گستاخی کریں یا آپ سے بیزار ہو جائیں یا آپ پر جھوٹ باندھے۔ پھر در مختار اور ابزازیہ نے صاحب سیف الملوک کی اس قول میں تابعداری کی ہے۔ جو بزازیہ نے کہا ہے کہ اس کو حداً قتل کیا جائے اور اس کے لئے ہرگز توبہ نہیں ہے قدرت کے بعد ہو یا اس پر گواہ گواہی دیں یا وہ تائب ہو جائے اس سے قبل اس کا حکم زندیق کا ہے تو یہ اس کے لئے حد ہے تو یہ توبہ سے ساقط نہیں ہو سکتی اور اس میں کسی کا خلاف متصور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کا تعلق بندے کے حق کے ساتھ ہے یہاں تک لکھا ہے کہ اس مسئلہ کے دلائل اہم کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول میں پہچانو گے۔ اس کلام میں انتہائی تعجب معلوم ہوتا ہے وہ کس طرح کہتا ہے کہ اس میں کسی کا خلاف بھی متصور نہیں ہو سکتا۔ اسی قول کے بعد یہ ظاہر ہے کہ اس میں آئمہ مجتہدین کا اختلاف ہے اور ان سے نقل کرنے والے بھی سچے ہیں جیسا کہ ہم نے آپ سے سنا۔ اور یہ مسئلہ کتاب الصارم المسلول میں اچھے انداز سے نقل ہے اور وہ ابن تیمتہ حنبلی کی ہے یہ اس بات پر

دال ہے کہ جو ہم نے نقل کیا ہے اس سے زیادہ فصیح نہیں ہے بلکہ تصریح اس سے ہے کہ مذہب حنیفہ و شافعیہ کا یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس کی توبہ قبول ہے کئی جگہوں میں اور امام سبکی نے شفا السقام میں اس پر تصریح کی ہے اور قاضی عیاض نے شفاء السقام میں اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ بزازیہ کی لمبی لمبی عبادات شفاء سے ماخوذ ہے۔ پس جاننا چاہیۓ کہ بزازی سے اس مسئلہ پر زیادہ سہو ہوا ہے اور اس نے کسی ایسے آدمی سے کوئی قول نقل نہیں کیا جو ہمارے مذہب کا ہو بلکہ اس کو سند مانا ہے جو شفاء میں یا اصارم میں ہے اگر وہ مراجعت کرتے تو وہ دیکھتے جو اس کے فہم کے خلاف اس مسئلہ کے نقل میں تھا۔ ولاحول ولا قوۃ الاباللہ العلی العظیم • تو یہ سہو عام متاخرین کے وقوع کا بھی بنا کیونکہ انہوں نے اس کے نقل پر اعتماد کیا اور اس میں وہ اس کے مقلد ہو گئے۔ اور کسی حنفی سے کسی کتاب میں یہ مسئلہ مروی نہیں ہے بلکہ یہ بزازی کے قول کے خلاف ہے۔ اس کا یہ قول کہ نتف و معین الاحکام و شرح الطحاوی و حاوی الزاھدی وغیرھا میں تصریح ہے کہ ان کا حکم مرتد کا ہے اور لفظ النتف میں یہ ہے کہ جس نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی گستاخی کی تو وہ مرتد ہوا۔ اور اس کا حکم حکم مرتد ہے اور اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جائے گا جو مرتد کے ساتھ ہوتا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ میں نے امام ابو یوسف کی کتاب کتاب الخراج میں دیکھا کہ اس میں لکھا تھا کہ اگر ایک آدمی نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی یا اس پر جھوٹ باندھا یا آپ پر عیب لگایا یا آپ کی تنقیص کی پس وہ کافر ہوا اور اس کی عورت کو طلاق ہو گئی اگر اس نے توبہ کی فبہا ورنہ اس کو قتل کیا جائے گا۔ اور یہی حکم عورت کا ہے مگر امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ عورت کو قتل نہ کیا جائے بلکہ اس عورت پر جبر کیا جائے کہ وہ اسلام لے آئے۔ اور یہی بات شیخ رملی نے بحر کے حاشیہ میں بھی نقل کی ہے اور مذہب کی کتب میں یہ بات مذکور ہے کہ وہ مرتد ہے اور ایسی عورت کا حکم مرتد کا ہے پھر اس نے النتف و معین الحکام۔ کی عبارت نقل کی ہے کہ اس نے فتویٰ خلاف (یعنی صوات صاحب) خلاف دیا جو فتاویٰ خیریہ میں ہے۔ اور میں نے شیخ المشائخ کا خط دیکھا جس جو اس معاملہ میں تھا اور تعجب ہے کہ مصنف نے شیخ الاسلام یعنی ابن عبد العال کا کلام سنا اور یہ نقول کو دیکھا تو یہ متن اس سے کس طرح چھپ گیا۔ اور میں نے اپنے بعض مشائخ سے ایک رسالہ سنا جس کا حاصل یہ تھا

کہ اسلام کے بعد اس کو قتل نہ کیا جائے۔ اور یہ ہمارا مذہب ہے۔ ہمارے شیخ نے لکھا کہ یہاں ایک نسخہ ہے کہ مقتبس کلام شفاء وابن جمرہ شرح مختصرالبخاری کے اس حدیث کے ذیل میں کہ حج فرض ہوتا ہے جب کہ اس نے پایا۔

بے شک مذہب ابی حنیفہ اور شافعی کا یہ ہے کہ اس کا حکم مرتد ہے اور یہ جاننا چاہئے کہ مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے جیسا کہ اس نے یہاں النسف وغیرہ سے نقل کیا ہے پس جب یہ حکم حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی گستاخی کے متعلق ہے تو خلفاء راشدین کے گستاخ کا حکم بطریق اولی یہی ہے' اور یہ تحریر کہ آگیا کہ ہمارا مذہب مذہب شافعی کی طرح ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے اور امام مالک وغیرہ سے ضعیف روایت یہ ہے کہ اس کا قتل حتمی ہے کیونکہ اس قول کے ناقلین مذہب والوں کے علاوہ ہیں اور وہ مجھول ہیں ان کے لکھنے والوں کی متعلق بھی پتہ نہیں ہے تو احکام کے بصیرت پر ہوجا اور ہر مستغرب سے دھوکہ مت کھا اور صحیح کو جان لو۔ واللہ اعلم اور حموی نے حاشیہ اشباہ میں کہا ہے جو کہ وہ بعض علماء سے نقل کرتا ہے کہ صاحب اشباہ نے جو ذکر کیا ہے کہ اس کا توبہ قبول نہیں ہے تو اس پر اس کے زمانہ کے علماء نے اس پر انکار کیا کہ وہ بعض اصحاب مالک کے قول کا تحفظ کرتا ہے جیسا کہ امام قاضی عیاض نے نقل کیا ہے۔ اور جو ہمارے مزہب میں ہے تو وہ ایسا نہیں ہے اور یہ بات بھی ذکر کی کتاب نورالعین کے آخر میں کہ علامہ التحریر الشہیر حسام جلی نے بزازی کے رد میں ایک رسالہ لکھا ہے اسی کتاب کے آخر میں لکھا ہے کہ بالجملہ ہم نے حنفیہ کی کتب میں تلاش کیا تو ہم نے توبہ کے قبول نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں پائی بغیر بزازیہ کے پس تم نے اس کے باطل ہونے اور اس کے غلط منشا ہونا رسالہ کے ابتدا میں معلوم کیا اور شارح محقق مفتی ابوسعود سے ذکر کرے گا کہ تصریح اس بات پر ہے کہ امام اعظم کا مذہب اس پر ہے کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا جب کہ وہ توبہ نکالے اس کے تعزیر پر اکتفا کیا جائے گا۔ پس یہ تصریح اس بات کی ہے کہ جو بات منقول ہے اور وہ بزازی سے پہلے ہے اور جس نے اس کا اتباع کیا تو وہ مستند نہیں اور نہ وہ مستند ہے جس نے اس کی اتباع کی حنفی مذہب کی کتب میں سے اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے فہم میں خطا ہوا ہے جو نقل کیا اور اس کے فہم کے خلاف ہم نے تصریح کی جو

اس سے قبل گزرے ہیں۔ اگر تمہیں اس کا زیادہ شوق ہو تو وہ ہماری کتاب تنبیہہ الولاۃ والحکام کی طرف رجوع کرو۔

اس کا یہ قول کہ اس سے توبہ کی قبولیت ظاہر ہے۔ توبہ کی قبولیت سے مراد دنیا میں اس کو قتل کرنے سے توبہ قبول ہوتا ہے اور جو آخرت کی بات ہے تو وہ بہت بڑی جگہ ہے اور اس کی تصریح میں نے امام یوسف کی کتاب الخراج سے کی ہے اگر اس نے توبہ کی ورنہ اس کو قتل کیا جائے گا پھر صاحب درمختار کا قول ذکر کیا گیا موافق وہ ہے جو گزر گیا کہ اس کے ساتھ وہ کام کیا جائے گا جو مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اگر اس کے پکڑنے سے قبل اس نے توبہ نکالی اور بزازیہ کا قول پکڑنے کے بعد ہے اور تم خبردار ہو کہ یہ موافقت ممکن نہیں ہے اس پر ہمارے علماء نے تصریح کی ہے کہ اس کا حکم مرتد کا ہے اور زندیق کا نہیں ہے اور کسی نے اس تفصیل کا فرق نہیں کیا ہے کیونکہ بزازی اور اس کے متبعین کہتے ہیں کہ ہرگز اس کے لئے توبہ نہیں ہے اور اس میں قدرت اور گواہی اور توبہ تمام برابر ہیں جیسا کہ مالکی اور ضابلہ کا مذہب ہے۔ پس جان لو کہ یہ دو مختلف قول ہیں بلکہ یہ دو مذہب ایک دوسرے کے خلاف ہے کہ زندیق کا توبہ قبول نہیں پکڑنے کے بعد وہ جو زندیقیت پر مشہور ہو اور زندقہ کی طرف دعوت دینے والا ہو جیسا کہ آجائے گا اور جس سے ایک کلمہ گستاخی کا غصہ سے نکلا تو وہ زندیق نہیں ہو سکتا اس معنی سے اور یہ ہمارا مراد ہے اور حموی نے یہاں عوم کفر ذکر کیا ہے اس شخص کے متعلق جس نے کسی نبی یا شیخین کی گستاخی کی اور اس نے توبہ کیا۔ لیکن یہ کہنا چاہئے کہ اس کا قائل کافر ہے اور توبہ کے متعلق اختلاف ہے اگر اس نے اسلام لایا۔ جیسا کہ علامہ شامی نے فرمایا۔ پس حاصل یہ ہوا کہ شک اور شبہ نہیں ہے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے گستاخ کا اور اسی کا قتل مباح ہے اور یہ بات چار اماموں سے منقول ہے۔ اور خلاف اس بات میں ہے کہ اگر اس نے اسلام لا کر توبہ کی تو اس کی توبہ کو قبول کیا جائے گا ہمارے نزدیک۔ اور شوافع کے نزدیک بھی مشہور ہے اور مالکی و ضابطہ کے نزدیک اس کا توبہ قبول نہیں کیا جائے گا اور اس کا قتل کرنا اس کا حد ہے۔

اس بات کو دوبارہ جاننا چاہئے کہ تکفیر کا دروازہ بڑا ہے اور اس میں محنت اور فتنہ ہے اور اس میں

اختراق و مخالفت زیادہ ہیں اور اس میں مختلف خواہشات اور رائے شامل ہوتے ہیں اور دلائل متعارض ہوتے ہیں اور وسائل کے تناقض ہوتے ہیں۔ پس لوگ اہل پر تکفیر کے مقالات فاسدہ اور عقائد کاسدہ جو حق کے مخالف ہو وہی حق جو اللہ نے رسول کو حق کی طرف بھیجا ہو۔ دونوں طرف اور جنس کے اختلاف عمل تکفیر اھل کبائر عملی کی پس ایک طائفہ کہتا ہے کہ ہم کسی کے تکفیر نہیں کرتے جو اہل قبلہ میں سے ہو تو یہ عام نفی ہے ساتھ اس بات کے کہ ان کو علم ہیں کہ ان میں سے منافقین ہیں اور وہ یہود و نصاریٰ سے بھی زیادہ ہوتے ہیں اور کتاب وسنت واجماع امت کے جاننے والے ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض سے ظہور بھی ہوا ہے جب انہوں نے قدرت پائی اور وہ شہادتین سے امداد بھی کرتے ہیں۔ پس اس میں خلاف نہیں کہ مسلمانوں کے درمیان کسی آدمی سے واجبات کے افکار متواتر ظاہر ہو جاتے اس سے توبہ قبول کی جائے گی اگر اس نے توبہ کی تو بہتر ہے ورنہ اس کو قتل کیا جائے گا اور وہ کافر‘ مرتد ہو گا اور نفاق و مرتد ہونا یہ بدعات وفجور کے گمان سے ہو سکتا ہے جیسا کہ کتاب السنۃ کے وسط میں ذکر ہوا ہے اور اس کا سند محمد بن سرین سے ہے آپ نے فرمایا کو اہل ہوا تیزی سے مرتد ہوتے ہیں اور وہ یہی آیت کریمہ ان کے حق میں نزول کا خیال کرتے تھے۔ واذا رایت الزین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ الایہ‘ اور بہت سے آئمہ نے منع کیا ہے کہ اس بات کے اطلاق کا کہ ہم گناہ سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے اور ہم ہر گناہ میں ان کی تکفیر نہیں کرتے۔ جیسا کہ خوارج کرتے ہیں اور نفی عام اور نفی عموم کا فرق کیا کہ یہ تناقص ہے خوارج کی اس قول کا کہ وہ ہر گناہ کے کرنے والے کے تکفیر کرتے ہیں۔ یہ حاجت کے موافق علامہ علی قاسری کا کلام تھا جو شرح فقہ اکبر میں نقل کیا ہے اور اس کا یہ قول کہ لواطت کرنے کو جو مباح جانے اس کی تکفیر جائز ہے پس تفسیر احمدی میں ہے کہ میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے کہ اس سے مراد اہل او اصول کے ہو جو اس کی قیاس سے استنباط میں سے ہو کہ عورتوں کے ساتھ لواطت حرام ہیں جو اس میں خاص روافض مختلف ہیں بلکہ وہ اپنے آپ کو حق پر تصور کرتے ہیں اس قرینہ پر کہ مقیس‘ مقیس علیہ کے درمیان مناسبت ہو ان دونوں کے ماہیت میں نہ لواطت مردوں کے ساتھ اس کے حرمت میں تمام متفق ہیں بلکہ ماشاء اللہ یہ یہی مقصود دیکھتے ہیں اس کے

اثبات کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ جب کہ کتاب و سنت سے یہی بات ثابت ہو کہ دوسروں کے وصول میں متصرف کرنا جیسا کہ زنا ہوا بلاشبہ حرام ہے اور اس پر تعزیر واجب ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک۔ ان دونوں کے نزدیک اور امام شافعی کے زنا کا حد ہے اور اس کو حلال جاننے والا کافر۔ در مختار میں ہے کہ عورت کے ساتھ لواطت کا حلال جاننے والا کافر ہے اور یہی بات کئی فقہانے کی ہے اور اسی دبر سے لواطت کرنا جمہور کے نزدیک حرام نہیں۔ ای حلیلہ کے دبر میں اور جو لڑکے کے ساتھ بد فعلی کے متعلق تکفیر میں خلاف ہے۔ طحطاوی و شرح فقہ اکبر علی قاری کی۔ جواہر میں ہے جو حرام اتفاقی کی حرمت سے انکار کرے یا اس میں شک کریں تو حکم برابر ہے جیساکہ شراب و زنا و لواطت و سود ہوا اور اگر کسی نے گمان کیا کہ صغائر و کبائر حلال ہیں تو وہ کافر ہوا اپنے باطل گمان سے۔ در مختار اور بحر میں ہے کہ اس کی حرمت زنا سے بھی زیادہ ہے کہ اس کا حرام ہونا عقلاً" و شرعاً" دونوں ہیں۔ اور زنا طبیعت کے خلاف اتنا نہیں اور اس کی حرمت نکاح یا لونڈی کی خرید سے زائل ہو جاتی ہے بخلاف اس کے اور جو حد نہیں اس کے نزدیک تو یہ خفت کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ اس سے بھی سخت ہے۔ مجتبیٰ میں ہے کہ جمہور کے نزدیک اس کا حلال جاننے والا کافر ہے اور اس کی حرمت کے زائل ہونے کا دوسرا وجہ بھی ہے اور یہ ہے کہ لواطت لڑکے کے ساتھ میں یہ بات نہیں۔ بخلاف لواطت عورت کے ساتھ کیونکہ اس کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے اور لونڈی خریدی جاسکتی ہے اگر کسی نے کہا کہ اباحت حلال جاننے سے کم درجہ میں ہے اور کفر لواطت کے حلال جاننے میں ہے نہ کہ اباحت میں تو یہ کہتا ہو کہ حلال ہونا مباح ہونے کے متقاضی ہے تو اس کا قول اس کا قول ہوا۔ مولانا شمس الدین صاحب نے جامع رموز نے اپنی شرح میں لکھا ہے اور وہ مولانا لطف اللہ کے بیان کا خلاصہ ہے کہ مباح حرام کے تضاد ہے جیسا کہ صحاح میں ذکر ہے اور اباحت حرام کی ضد ہے جیسا کہ کشف وغیرہ میں ہے۔ مضمرات میں ہے کہ حل اباحت کے متضمن میں ہے اس لئے کہ یہ اس سے اوپر ہے تو ضرورۃ یہ اس متضمن ہوا ہے اس لئے کہ یہ اس سے اوپر ہے تو ضرورۃ یہ متضمن ہوا نھایہ میں ہے کہ اباحت کراحت کا تضاد ہے پس اس کو جاننا چاہیے۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیکھنا کفر صریح ہے کیونکہ یہ دیکھنا کہ دنیا آنکھوں سے اور مکان ثابت کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس سے بیزار ہے۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے کہ حاصل کلام یہ ہے کہ امت اس بات کی قائل ہے کہ دنیا میں ان آنکھوں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اور اس میں کسی کا جھگڑا نہیں سوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ آپ نے معراج میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اور شرح عقیدہ طحاوی میں ہے پھر یہ کہنے والا اگر تاویل قبول کیا جائے تو بجا ہے اور اگر ارادہ کرنے والا ہو اور اپنے منقول سے رجوع کرنے والا نہ ہو تو اس کی تعزیر واجب ہے۔ اور اس کی شہرت کرنا چاہئے کہ حاکم شرعی اس کو دیکھ لے اور جو کہا گیا اسی کا تقاضا کیا جائے گا کہ خالی نہ ہوگا کہ وہ مطلقاً" دعویٰ کریں اپنے بیان میں یا وہ اس سے پاک ہے اسی تمام صفات سے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں۔ پس ہو جاتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر افتریٰ کیا اور وہ بڑے گناہ کبیرہ میں سے ہے بلکہ بعض علماء نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جھوٹ باندھنا بھی کفر میں شامل کیا ہے۔

کون زیادہ ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت کرنے کا مدعی ہو یا جہت و ہیت کا مقابلہ سے یا مسافت کے ثبوت کا۔ ایسی مثالیں جو بیان کی گئی اس کا کہنے والا خواہ مخواہ کافر ہو جاتا ہے اور یہ اجمال ہے عقائد منظومہ کے صاحبوں کا۔ اور جس نے کہا کہ وہ دنیا میں دیکھا جاسکتا ہے تو یہ زندیق ہے تو اس نے کتاب و سنت کی مخالفت کی اور شریعت سے وہ پھسل گیا۔ اور وہ دور چلا گیا اس سے جو ہمارے اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کو قیامت کے دیکھا جائے گا اور ایک جماعت سے یہ اجماع نقل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا اولیاء کے لئے بھی حاصل نہیں اور اس میں یہ بھی ہے کہ اہل سنت و جماعت کی امت سے اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا آنکھوں سے عقلاً" دنیا و آخرت میں جائز ہے اور واقع ہے اور عقبیٰ میں نقل و سننے سے ثابت ہے اور اس پر اختلاف ہے کہ دنیا میں اس کا دیکھنا شرعاً" جائز ہے تو اکثر نے ثابت کیا اور دوسروں نے اس کا نفی کیا ہے۔ اور جو دنیا میں اس کو ثابت کرتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج شریف میں خاص کرتے ہیں اور خلف و سلف میں خلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ علیہ والسلام نے دل کی آنکھوں سے دیکھا تھا نہ کہ سر کے آنکھوں سے جیسا کہ شرح العقائد وغیرہ میں ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے آنکھوں سے دیکھا ہے اگر اس کا یہ

دیکھنا خواب میں ہو تو اس کے جواز میں خلاف ہے اور علماء مشہور کے ہاں خواب میں دیکھنا بصری حساسیت نہیں رکھتا بلکہ مثالی تصورات اور مثالی خیالات سے دیکھنا ہے۔ بیداری کا ہو تو پھر مخاف کو ہٹایا جائے گا تو مراد اس سے اللہ تعالیٰ کی صفات کی انوار کا دیکھنا ہو گا اور اللہ تعالیٰ کے مصنوعات کے آثار کو دیکھنا ہو گا۔

تو یہ بالکل جائز ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں جیسا کہ بعض صوفیاء کرام سے مروی ہے کہ میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو اس سے پہلے دیکھا ہے اور بعد میں دیکھا ہے یا اس چیز میں یا اس کے ساتھ۔ اور اگر کسی نے بغیر تاویل کے اپنے اس قول کو بیان کیا تو وہ فاسد اعتقاد میں ہے اور خراب گمان میں ہے تو وہ کھلے گمراہی میں ہے اور اس کے دلیل پر اس پر طعن ہے اور وہ سیدھے راہ سے دور ہے اور صاحب تعرف نے کہا ہے اور یہ ایسی کتاب ہے کے تصور میں ایسی کتاب کسی نے بھی نہیں لکھی ہے۔ کہ مشائخ تمام اس پر متفق ہیں کہ وہ گمراہ ہے اور جھوٹا ہے جس نے ایسا دعویٰ کیا اور اس مسئلہ پر انہوں نے کتابیں اور رسائل لکھے ہیں ان میں ابو سعید خراز اور جنید اس پر تصریح کی ہے کہ جس نے یہ کہا تو اس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا اور فتاویٰ برہنہ میں ہے کہ دوسرے قسم حرام ہے کہ اس کے کرنے کے کافر ہو جاتے ہیں زیادہ ہیں اور بعض ان میں سے کتب معجزہ میں جمع کیے ہیں جیسا کہ ذخیرہ و ظہیری اور خلاصہ و سراجی و عمادی و مضمرات و نصاب و تحفہ و تیسیر کہ ہر ایک نے ان اقسام اپنے آپ کو بچائے۔ پہلا قسم ان میں سے اللہ تعالیٰ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے وجود سے انکار کرنے والا یا خلق و امر کو یا بعض اس سے منسوب کرلیں اس کے ساتھ شریک کریں یا عورت کو یا اصل یا فقع کو یا مکان یا چیز نالائق کو یا جو مخلوق کے ساتھ خاص ہو جیسا کہ کھانا یا سونگھنا ہو یا بیدار ہونا و سوجانا، آنا، جانا، اٹھنا، بیٹھنا بقدر حاجت تفسیر کواشی میں مذکور ہے۔ کہ اعتقاد رکھنے والا اپنے آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیکھنا بغیر حضور علیہ السلام کے یہ غیر تسلیم شدہ ہے کتاب انوار فقہ شافعی کہتا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو اس عادی آنکھوں سے دنیا میں دیکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ کلام کرتا ہوں تو اس کا کہنے والا کافر ہو جاتا ہے اور عقیدہ منظومہ میں ہے۔ جس نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا ہے تو وہ

زندیق اور سرکش ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور تمام رسولوں کا اس نے خلاف کیا اور شرع شریف سے وہ بے طرف و دور ہو گیا اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو دیکھے گا اور اس کا چہرہ کالا ہو گا۔ ہم اس سے عافیت کا سوال کرتے ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تذکرۃ الابرار والاشرار میں ہے چنانچہ بعض نے کہا کہ خدا کو اس نے دیکھا اور بعض کہے کہ ائمہ دین سے بلکہ خلفاء سے بھی آگے نکلا مرتبہ میں ہم اس کفر صریح سے پناہ مانگتے ہیں اور جس کا یہ قول "نبوت سے" تو یہ کفر صریح ہے اور تذکرۃ الابرار والاشرار میں ہے۔ عقیدہ ابو معین نسفی میں ہے کہ جو دعویٰ نبوت کرے وہ کافر ہو جاتا ہے اگر کوئی دوسرا اس کا معتقد ہو جائے وہ بھی کافر ہو جاتا ہے اور جو کوئی ان امور میں شک کرے وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔ اشباہ میں ہے اگر کوئی یہ نہ جانے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخر الانبیاء ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے کیونکہ اس کا جاننا ضروریات دین سے ہے۔ اور حموی نے اس قول کے تحت لکھا ہے کہ کفریات کے باب میں ضروریات سے جہل ہونا عذر میں داخل نہیں۔ بخلاف اس کے علاوہ کیونکہ وہ عذر ہے مفتی بہ سے جیسا کہ گزر چکا۔ تفسیر احمدی میں اس قول اللہ تعالیٰ کے وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین تحت لکھا ہے کہ یہ آیت کریمہ ختم نبوت ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتی ہے اور کچھ سطور آگے لکھتا ہے کہ مقصود اس کا یہ پہچانا جاتا ہے کہ نبوت ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علی وسلم پر ختم ہو چکی ہے کیونکہ خاتم تاء کے زبر سے عاصم کے نزدیک اور تاء کے زیر سے اس کے علاوہ ہے۔ پہلا معنی یہ ہے کہ ختام جس سے دروازہ بند کیا جاتا ہے اور یہاں اطلاق ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے کہ انبیاء آپ پر ختم ہو چکے ہیں اور یہ کام ختم ہوا۔ اور قراۃ ابن مسعود اس کی تائید کرتا ہے۔ لکن نبینا یعنی ہمارے نبی پاک پر انبیاء کا اختتام ہوا یا معنی آخر ہے تو مدعی ثابت ہوا اور یہ پہلی رائے صاحب کشاف کی بھی ہے اور آخری رائے امام زاہد کی ہے اور آخری بات ہر توجیہ سے معنی آخر ہے اس لئے تو صاحب مدارک نے تفسیر کی ہے قراۃ عام کا آخر سے اور صاحب بیضاوی نے دونوں قراتین بھی آخر سے تفسیر کیا ہے۔

تذکرۃ الابرار والاشرار میں ہے "کہ ان کی توجہ شیطان کی طرف جاہل اور زاہد غافل اور متبہ عان

ست اور گمراہ پیران سے امور غیبہ کا پوچھنا اور ان پر گمان رکھنا (یعنی علم غیب ذاتی) یہ بات بھی کفر کی حد تک پہنچی ہوئی ہے جیسا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے فلا یظہر علی غیبہ احد الامن ارتضیٰ من رسول بلکہ اطلاع بر غیب (ذاتی) نہیں تھا مگر وحی سے یعنی جبرائیل علیہ السلام کے نزول سے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے بعد وحی کا نزول کسی پر روا نہیں ہے جو روا رکھے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اور اس میں ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین پس جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم پیغمبران آیا ہے جبرائیل علیہ السلام کی وحی منقطع ہو چکی ہے اور قرآن مجید سے انکار کرنا کفر ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت کفر ہے۔"

تکمیل الایمان میں ہے "پیغمبروں میں سے اول پیغمبر آدم علیہ السلام اور ان میں سے آخر محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین جب مقصود بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کا کامل ہونا اور مکارم اخلاق کا کامل ہونا تھا اس کے حصول کے بعد یہ مقصد درجہ اتم واکمل سے اس احتیاج دوسرے نبی کو نہیں رہ چکا ہے اور باوجود علماء و خلفا کے کہ وہ حاملان دین اور حافظان ملت آپ کے ہی کافی تھے۔ عاقل پر مخفی نہیں کہ ان روایات کے مفہوم سے صریح ہے کہ نبوت حضور علیہ الصلواۃ والسلام پر ختم ہو چکی ہے اور وحی منقطع ہو چکی ہے پس نبوت و رسالت اور جبرائیل علیہ السلام کے نزول وحی سے کا دعویٰ کرنے والا یا نبوت کا دروازہ کسی پر کھلنا یہ کفر صریح ہے اور اس کا یہ قول کہ جبرائیل علیہ السلام کے اہانت کرنا یہ بھی صریح کفر ہے کیونکہ ملائیک کی تعظیم واجب ہے اور جس کی تعظیم واجب ہے اس کی تخفیف کرنا کفر ہے۔ تفسیر بیضاوی میں اللہ تعالیٰ کے اس قول من کان عدوا" للہ وملائکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللہ عدو للکافرین کے تحت لکھا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عداوت اللہ تعالیٰ کی مخالفت عناد سے یا مقربین کے ساتھ عداوت کرنا ہے کلام کی ابتداء آپ کے ذکر سے ہے یہ آپ کی شان کے تفخیم کے لئے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ حقدار ہیں کہ وہ ان کو راضی کریں اور ملائیک ذکر میں زیادہ ہیں اس کی فضیلت سے گویا کہ یہ دوسرے جنس سے ہیں اور تنبیہہ اس پر ہے کہ ایک کے ساتھ یا

تمام کے ساتھ دشمنی رکھنا برابر ہے کفر میں۔ اور یہ عداوت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور جس نے ایک کے ساتھ دشمنی رکھی گویا اس نے تمام کے ساتھ دشمنی رکھی پس ان کے ساتھ محبت اور عداوت حقیقت میں ایک ہے اور اس میں دونوں برابر (تضاد میں) ہیں اور ظاہر کے وضع مضمر کی جگہ پر اس پر دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے ان کی کفر کی وجہ سے اور ملائیک و انبیاء کے ساتھ عداوت کفر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ان کے ساتھ عداوت کفر ہے پس یہ بھی ثابت ہوا کہ ان کی تعظیم عین ایمان ہے۔ ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ ملائیک کرام افضل ہیں پس ان کے خواص انبیاء کے بعد افضل ہیں اولیاء و علماء سے۔ اور ان میں سے افضل حضرت جرائیل علیہ السلام ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اور طبرانی نے اس کو نقل کیا ہے اور عام ملائیک عام مومنوں سے افضل ہیں کیونکہ یہ معصوم نہیں ہیں اور ملائیک معصوم ہیں۔ اور اس سے سمجھنا چاہئے کہ جس کی تعظیم کی جاتی ہے ان کی اہانت کفر ہے۔ (شرح فقہ اکبر) فتاویٰ کے اختتام میں ہے کہ جس نے اہانت کی قرآن کی یا مسجد کی وغیرہ جس کی تعظیم شرع میں ہے پس اہانت یہ کفر ہے۔

آیات قرآینہ میں آپ کی طرف بھول جانے کا معتقد بھی کافر ہے کیونکہ یہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی طرف گناہ کبیرہ کو منسوب کرنا کہا کہ مستلزم ہے اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام اعلان نبوت سے قبل و بعد اس سے بری ہیں اور اس میں حضور علیہ السلام کی شان کی تنقیص ہے اور یہ کفر ہے تکمیل الایمان میں ہے کہ کبیرہ وہ ہے کہ اس گناہ کو دلیل یقین سے معلوم ہو اور اس کی خصوصی پر وعید بھی وارد ہو چنانچہ ناحق خون بہانا اور زنا کرنا اور لواطت کرنا اور نیک پاک عورت کی طرف زنا کو منسوب کرنا اور گالیاں دینا اور کافروں کے ساتھ جہاد کرنے سے بھاگ جانا جب کہ وہ دوچند مسلمانوں کے نہ ہو۔ سحر کرنا اور مال یتیم ناحق کھانا اور والدین کو ناحق تکلیف دینا اور حرم مکہ میں ارتکاب گناہ کرنا و شراب و نشہ آور چیز کھانا اور سور کا گوشت کھانا اور جھوٹ کی گواہی دینا اور رمضان میں بے عذر دن کے وقت کھانا اور نماز کا نہ پڑھنا اور نماز کو بے وقت پڑھنا اور زکواۃ کا مال نہ دینا اور جھوٹ سے قسم کھانا اور صلہ رحمی کو کاٹ دینا اور پیمانہ و وزن میں خیانت کرنا اور مسلمانوں کے ساتھ ناحق لڑائی کرنا اور صحابہ کرام کو

برا بھلا کہنا اور رشوۃ کا مال کھانا اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ترک کرنا جب اس کی قدرت رکھتا ہو۔ اور قرآن مقدس کو سیکھنے کے بعد بھول جانا اور جاندار کو آگ میں جلانا ال تذکرۃ الابرار والا شرار میں ہے اس کے بعد میں یہ تقریر کرتا ہو اور یہ کہتا ہوں کہ جب تم اپنے آپ صفات باری تعالی کہو گے یہ تمام تمہارا کفر ہے اور یہ اتنا بڑا کفر ہے کہ یہ کام بے وقوف جالوں کا ہے ایک دفعہ ایک بے وقوف نے کہا۔ اس نے اپنے آپ کو ذات خدا جاننے کا دعویٰ کیا اور صفات سے بھی آگے نکلا اگر اس نے دلیل نقلی رکھنا بیان کی۔ ان کا دلیل عقلی یہ ہے ان اللہ مع کل شی محیط اور عقلی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دریا ہے تمام چیزوں کو گھرا ہوا ہے میں نے کہا کہ یہ جماعت جو شک کرنے والا ہے کہ تمام قرآن دو لاکھ تیرہ ہزار اور تیس ہزار تیس حروف ہیں اور اس طرح عدد حروف تہجی اور جملہ عدد کلمات کی تقریر و تحریر میں آیا ہے جب ایک حرف ان میں سے کم جملہ بنایا اور کلمہ علیٰ کو کلمہ مع میں تبدیل کیا وہ کافر ہو جاتا ہے۔

کیونکہ کلمہ علی تین حرف ہیں اور کلمہ مع دو حروف اور یہاں ان اللہ علی کل شی محیط وارد ہے نہ کہ مع تو اس بے وقوف نے کہا کہ ہمارا ہر اسی جگہ گیا ہے کہ یہی جگہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھولا دیا ہے اور غلطی کھائی کہ کلمہ مع کو کلمہ علیٰ تحریر کیا ہے اور مجھے اس سے یاد آیا ہے۔ نعوذ باللہ من ا لکفرا لصریح میں نے یہ کہا کہ یہ بے وقوف کی جماعت ہے اور یہ طائفہ احمقوں کا ہے کہ تمہاری یہ تحقیق تمہارا اور ہر تمہارا کفر کے حد تک پہنچے ہوئے ہیں۔ دلیل نقلی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سنقرئنک فلا تنسی اللہ تعالیٰ نے نسان کی نفی فرمائی اور قرآن سے انکار کرنا کفر ہے۔

نقل ہے کہ جو کوئی ہے کہ فلان فرشتہ سے غلطی ہو گئی ہے یا عزرائیل غلط ہوا کافر ہو جاتا ہے کیونکہ فرشتگان پیغمبران خدا اور پیغمبروں سے غلط ہونا نہیں آیا پس جو کوئی نبی کی طرف غلطی کی نسبت کرے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ ارشاد الطالبین میں نقل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ مجھے صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے آگاہ کرو اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر قسم کے گناہوں سے آگاہ کیا پس گناہ سے بدتر گناہ میں نے نہیں دیکھا جو ایک آیت کلام اللہ یاد ہو اور وہ بھلا دے۔ اشباہ میں ہے کہ جو کوئی حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے سچا ہونے میں شک کرے یا گستاخی کریں یا تنقیص کریں اور آپس کی

شان گھٹائیں وہ کافر ہو جاتا ہے۔ حمادیہ میں ہے جس نے بعض انبیاء کی تعظیم نہیں کی یا نہیں میں کسی چیز کی عیب لگائی یا حضور علیہ الصلوات والسلام کی سنتوں میں سے کسی سنت پر راضی نہ تھے۔ پس وہ کافر ہوا۔ اور جو یہ قول ہے کہ مسلمان عورت مرتدہ ہو جاتی ہے تو یہ بھی کفر ہے' شرح فقہ اکبر میں ہے کہ محیط و فتاویٰ صغریٰ میں اس طرح ہے جس نے کسی دوسرے کو کفر کے کلمہ کی تلقین کی یا اس پر بات کی تو تلقین کرنے والا کافر ہو جاتا ہے اگرچہ کھیل اور ہنسانے کی وجہ سے کیوں نہ ہو اور اسی کتاب یں یہ بھی ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا کہ تو مرتدہ ہو جا۔ یا اس پر فتویٰ دیا تو حکم کرنے والا اور مفتی دونوں کافر ہو جاتے ہیں اور عورت کافر ہوئی یا نہ تو میں نے کہا کہ اگر کوئی اس پر راضی ہو کہ وہ مرتد ہو جائے تو یہی حکم اس کے لئے ہے تو اس فعل سے زیادہ قبیح کون سا کام ہے کہ بعض علما دین امراء کی خدمت میں ہوتے ہیں اور وہ چیزوں میں حیلے جانتے ہیں جب کوئی حسین عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو اور وہ طلاق نہ دیں تو اس عورت کو حکم دیتے ہیں کہ مرتد ہو جا کہ نکاح کے لئے یہ ایک حیلہ بن جائے اس کی اسلام کے بعد یا وہ کفر میں باقی رہ جائے تو وہ قیدی کے حکم میں ٹھہراتے ہیں کہ یہ اس کی مملوکہ ہے کہ اس کے ساتھ جماع پر قادر ہو جائے چار بیبیوں کے علاوہ اور اس میں' میں نے کہا کہ صحیح جمہور کا قول ہے کہ جس نے مرتد ہونے کی تلقین سکھائی اور فساد کا مرتکب ہوا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ کافر ہوا۔ اس کی نیت کے انقلاب کی وجہ سے اس کے ارادہ سے اس پر واجب ہو تو مدار قصد سے ہے اور اس کے ارادہ سے اس پر جزم ہوا تو فائدہ یہ ہوا کہ جو اس تعلیم ارتداد کا ارادہ کریں تو اعتقاد کی وجہ سے وہ کافر ہوا اور اللہ تعالیٰ فساد سے محبت نہیں رکھتا۔ اسی کتاب میں ہے۔ اور اگر ایک آدمی نے حکم دیا کسی آدمی کو کہ وہ اللہ پر کفر کریں یا کفر پر حکم دینے کا ارادہ کیا تو یہ کفر پر رضامندی ہے اور کفر پر رضا ہونا کفر ہے اپنے آپ پر کفر کرنا یا دوسرے کے کفر پر راضی ہونا یا دونوں پر برابر ہیں۔

معترض کا یہ قول کہ منی پر قرآن پاک لکھنا تو یہ کفر ہے اس میں قرآن مقدس کی تخفیف کو متلزم ہے اور یہ گندگی میں ڈالنا ہے اور یہ دونوں کفر ہیں۔

پہلے کے متعلق ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اور ابن ہمام نے کہا ہے کہ بالجملہ کہ ایمان کی

تحقیق کے ساتھ ضم کیا یہ امور کی اثبات ہے اس میں خلل ہونا ایمان میں خلل ہونا ہے۔ اتفاقاً" جیسا کہ بت کو سجدہ کرنا اور یا نبی کو شہید کرنا یا نبی کی تخفیف کرنا یا قرآن کی یا کعبہ کی۔

دوسرے کے متعلق یہ ہے کہ منی اس جنس سے ہے جو دیکھا جاتا ہے اور اس کا جسہ ہوتا ہے جیسا کہ چلپی میں ہے یہ قول جسہ کے متعلق وہ ہے جو خشک ہونے کے بعد اس کا جسہ ہونا باقی رہ جائے موزہ کے ظاہر پر اگر اس کا جسہ اپنا ہو جیسا کہ متعارف جنس اور منی، گھوڑے گدھوں کا فضلہ وغیرہ ہوا یا اس کے علاوہ جیسا کہ بول و شراب ہوا۔

کو قرآن مقدس کو اس پر لکھنا گندگی میں ڈالنے کو مستلزم ہے اور یہ کفر ہے شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے۔ اس میں کوئی جھگڑا نہیں کہ گناہ میں سے یہ اہم گناہ ہے کہ شارع نے تکذیب کی نشانی نہیں ٹھرائی ہو اور اس کا علم ادلہ شرعیہ سے ہو جیسا کہ تب کو سجدہ کرنا یا قرآن مقدس کو گندگی میں ڈالنا یا تلفظ کفر سے وغیرہ جو دلائل سے ثابت ہو تو یہ کفر ہے۔

معترض کا یہ قول کہ زندوں کی دعا و صدقہ مردوں کو نہیں پہنچتا یہ مسلک اہل سنت سے نکلنا ہے اور اعتزال میں داخل ہونا ہے اور ان آیات سے انکار ہے جو دعاء سے نفع پہنچنے کا ہے اور ان دونوں کے متعلق احادیث نبویہ میں نفع کے متعلق وارد ہیں۔ علامہ قاری نے کہا ہے بعض ان میں سے یہ ہیں کہ زندہ کی دعا و صدقہ مردوں کے لئے نفع مند ہے ہر حال میں معتزلہ کا اس میں خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ قضا بدل نہیں ہو سکتی اور ہر نفس اپنے کسب سے رہن شدہ ہے آدمی کو اپنے عمل کا بدلہ ملتا ہے نہ کہ غیر کا، میں جواب دیتا ہوں کہ قضاء کی تبدیلی نہ ہونا مردوں کی طرف وہ زندہ کی دعاء سے نفع مند ہونے کی منافی نہیں کیونکہ یہ نفع دعاء سے ہے تو جائز ہے کہ قضاء میں ہو اور توفیق زندوں کی ان کے لئے جائز ہے کہ وہ ہو ان کے کسب سے جو عمل کیا ہو دنیا میں تو اس کے جزائر کا مثل ہوا اور اخرہ میں اس کا بدلہ ہوا۔ اور بہت سی احادیث صحیحہ میں مردوں کے لئے دعا منقول ہیں خصوصاً" نماز جنازہ میں اور یہ تو ارشد سلف کا ہیں اور خلف کا بھی اس پر اجماع ہے اگر مردوں کے لئے نفع نہ ہو تو یہ عبث ہوا بلکہ قرآن میں بہت سی آیات اس کے حق میں وارد ہیں اور مردوں کے لئے دعاؤں میں متضمن ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول

ھوا رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا یا یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا ربنا اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا ولمومنین والمومنات یا یہ قول اللہ تعالیٰ کا ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان وغیرہ۔

سعد بن عبادہ سے روایت ہے کہ اس نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام سے عرض کیا یا رسول اللہ بے شک سعد کی ماں وفات ہو چکی ہے کون سا صدقہ اس کے لئے افضل ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا پانی، تو اس نے کنواں کھودا اور کہا کہ یہ سعد کی ماں کے لئے ہے۔ ابوداؤد و نسائی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

منع کرنے والے کا تمسک اس قول تعالیٰ سے ہے وان لیس للانسان الا ما سعی انسان کے لئے وہ ہے جو وہ کوشش کریں۔

اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام کا یہ قول ہے جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل کٹ جاتا ہے جواب یہ ہے کہ آیت مبارکہ ہمارے حجت ہے کیونکہ اپنے عمل کا ثواب پہنچانا دوسروں کے لئے ایصال ثواب تو یہ اس کی کوشش ہوگی جو اس آیت مبارکہ میں ذکر ہے تو یہ مردے کی کوشش نہیں ہے کہ وہ ثواب زندہ کو پہنچائے تو آیت مبارکہ ہمارے لئے حجت ہے نہ کہ ہم پر۔

اور جو حدیث شریف ہے تو وہ عمل کے منقطع کے متعلق ہے اور ہم اس پر بھی کلام کریں گے۔
کلام تو غیر کے ثواب کا مردہ کی طرف پہنچانے کا اور ثواب کا پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ مردہ اللہ کے بغیر نہیں سنتا اور قریب ہونا و بعید ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں برابر ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھ سے مانگو میں قبول کرلوں گا اور اس مین اس معتزلہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ دعا میں تاثیر نہیں ہے کہ وہ قضا میں تغیر لائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دعا بلاؤں کو رد کرتا ہے جب کہ قضا کے موافق ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قضاء معلق میں تغیر آسکتا ہے بخلاف قضا مبرم کا اور جو دعا ہے تو وہ عبادت کا مغز ہے اس میں برابر ہے خواہ وہ قضا کے مطابق ہو یا نہ۔ زیادہ ایسا ہو سکتا ہے کہ بلاؤں کی تخفیف ہوتی ہے اور اس میں یہ بھی ہے۔

شارح عقیدہ طحاوی نے کہا ہے اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ مردوں کو نفع پہنچتا ہے زندوں کی

کوشش سے۔ اس میں دو امر ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مردہ کی زندگی میں اس کی طرف نسبت نہ ہو۔ دوسرا یہ ہے کہ مسلمانوں کی دعا و استغفار اس کے لئے یا صدق یا حج اس میں اختلاف ہے کہ حج کا ثواب پہنچتا ہے یا نہ۔

معترض کا یہ قول کہ انحصار چار مذاہب پر نہیں ہے۔

تو یہ قول بھی گمراہی کا ہے اور اجماع سے انکار ہے کیونکہ اجماع چار مذاہب کے انحصار پر ہے اور اس میں ختم نبوت بھی داخل ہے کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور اس پر بھی کہ اجتھاد منقطع ہو چکا ہے۔ تو وہ اپنی طرف سے شریعت کی تجدید نہیں کر سکتے۔

عقیدہ ختم نبوت حضور علیہ الصلواۃ والسلام پر کے متعلق جب کہ تم نے پہلے سے جان لیا ہے اور اجتھاد کے منقطع ہونے اور انحصار چار مسالک پر ہم ذکر کریں گے پس اس کو سن لو۔

در مختار میں ہے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ مجتھد مطلق انہوں نے نہیں پایا۔۔ اور جو مفید ہے تو اس کے سات مرتبے مشہور ہیں اور جو ہم ہیں ہم ان کی اتباع کریں گے جس کو ترجیح دیا گیا ہو اور صحیح مانا گیا ہو۔ جیسا کہ ان کی زندگی میں فتوے دیئے گئے تھے۔

طحاوی میں ہے پہلا طبقہ مجتھدین فی الشرع کا ہے جیسا کہ مسالک اربعہ ہو گئے یا ان جیسے اور جنہوں نے قواعد کی بنیاد رکھی ہو اور ادلہ اربعہ سے فروع کے احکام کو پہچان چکے ہوں وہ غیر مقلد ہیں۔

دوسرا طبقہ مجتھدین فی المذاهب کا ہے۔ جیسا کہ امام یوسف و امام محمد ہو گئے کہ وہ احکام اس قواعد کی بنیاد سے نکالتے جس کی بنیاد امام ابو حنیفہ نے رکھا ہو۔ اگرچہ بعض جگہوں میں آپ سے اختلاف بھی کیا ہو۔ اس سبب سے مخالفوں سے یہ ممتاز ہیں جیسا کہ امام شافعیؒ ہو گئے۔ تیسرا طبقہ مجتھدین فی المسائل ہو گئے وہ جس کے متعلق صاحب مذہب سے کوئی روایت منقول نہ ہو۔ جیسا کہ امام طحاوی اور خصاف و امام کرخی و حلوانی و سرخسی و بزدوی و قاضی خان وغیرہ ہو گئے۔

یہی حضرات نہ اصول میں مخالفت کرتے ہیں اور نہ فروع میں لیکن احکام مسائل میں استنباط کرتے ہیں اس میں جس میں کوئی نص ان سے نہ ہو قاعدہ کے مطابق چوتھا طبقہ مقلدین سے اصحاب التخریج ہیں

جیسا کہ امام رازی ہو گئے یا نہ جیسے یہی حضرت ہرگز اجتہاد پر قادر نہیں لیکن وہ احاطہ کر سکتے ہیں اوصول میں ماخذ کے ضبط سے اور وہ عمل کے تفصیل کی قدرت رکھتے ہیں اس مجمل کے جس کے دو وجوہات ہو اور حکم مبہم کے جو دو امروں کا احتمال رکھتا ہو اور وہ امام سے یا اس کے اصحاب سے منقول ہو۔

پانچواں طبقہ اصحاب الرجیح مقلدین سے جیسا کہ ابی حسن قدوری یا صاحب ہرایہ ہو گئے۔ ان کی شان یہ ہے کہ بعض روایات کی تفصیل دوسری روایات سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ زیادہ صحیح ہیں یا یہ بہتر ہے۔ چھٹا طبقہ ان مقلدین کا ہے جو قوی اور اقوی و ضعیف و ظاہر الراویہ و ظاہر المذہب میں تمیز کرنے پر قدرت رکھتے ہوں جیسے کہ اصحاب متون متاخرین ہوں گے جیسے صاحب کنز و مختار' وقایہ' مجمع ہو گئے ان کی شان یہ ہیں کہ وہ اپنی کتب میں اقوال مردودہ نقل نہیں کرتے۔

ساتواں طبقہ ان مقلدین کا ہے وہ قدرت نہیں رکھتے جو ہم نے ذکر کیا ہے اور فرق نہیں کر سکتے کمزور و چرب کے۔ اگر تمام کو مجتہدین مقید بنائے جیسا کہ کسی پر بھی چھپی ہوئی بات نہیں جب کہ ساتواں طبقہ مقلد ہے اور وہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھ سکتے اور چھٹا بھی اس طرح مقلدین کا ہے۔

طریقہ محمدیہ میں ہے جب کہ اجتہاد ختم ہوا بہت طویل زمانے سے تو مقلدین کے لئے معرفت کا راستہ مجتہد کے مذہب پر منحصر ہوا جو ان سے معتبر کتاب میں منقول ہو اور وہ علماء کے درمیان شقہ میں سے ہو ان حضرات کے نزدیک جو مطالعہ کی طاقت رکھتے ہوں اور اس سے مسائل نکال سکتے ہیں۔ اور اس کے عدل اور علم و عمل مشہور پس جائز نہیں اقتدا ہر کتاب سے یا ہر قول سے جو کوئی عالم پیش کریں۔

اور جو چار مذاہب پر انحصار ہے۔ اس کے متعلق تفسیر احمدی میں اس قول کے ذیل میں و داؤد و سلیمان اذ یحکمان فی الحرث لکھتے ہیں کہ اجماع اس پر واقع ہے کہ اتباع ان چار کی جائز ہے پس اتباع جائز نہیں۔ امام ابی یوسف و محمد افرد شمس الائمہ جب کہ ان کا قول ان چار کے مخالف ہو۔ اور اس مجتہد کی اتباع بھی جائز نہیں جو ان کا مخالف ہو۔ نور الانوار میں بحث اجماع کے لکھتے ہیں جب ان کے اقوال مختلف ہو تو اجماع اس پر ہو کہ مذاہب اربعہ کے سوا پر تقلید باطل اور میرے نزدیک یہ ہے کہ منشا یہ ہے کہ انحصار ان چار مسالک پر ہے۔ اور پانچویں مسلک جو نیا بنا ہو اس کی اتباع جائز نہیں باطل ہے۔

اشباہ میں ہے پانچواں یہ ہے کہ اس پر قضا نہیں کی جاتی جب کہ اس میں قضا مخالف اجماع کے ہو۔

اس کے حاشیہ میں ہے یہ ظاہر ہے کہ جو روایت ائمہ اربعہ کے خلاف ہو تو وہ اجماع کے خلاف ہے۔ اگرچہ اس میں غیر کا حلاف ہو۔ پس تحریر میں تصریح کیا گیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جو مذہب مذاہب اربعہ کے مخالف ہو اس پر عمل جائز نہیں۔ مذاہب کے انضباط و انتشار کے لئے اور اس لئے کہ مذاہب اربعہ کی اتباع کی جاتی ہے فرائض الاسلام میں ہے کہ ہم یہ عقیدہ رکھیں گے کہ آج دن ان چار مذاہب سے نکلنا جائز نہیں اور اس نکلنے کے ممانعت پر اجماع منعقد کی گئی ہے۔ طحطاوی شرح در مختار میں ہے کہ مراد اللہ کی رسی سے جماعت ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول ولا تفرقوا سے منسلک ہے اور مراد جماعت سے اہل علم کے نزدیک اہل فقہ و علم ہیں۔

اور جو کوئی ایک بالشت اس سے جدا ہوا وہ گمراہی میں واقع ہوا اور اللہ تعالیٰ کی امداد سے نکل گیا اور جہنم میں داخ ہوا کیونکہ اہل فقہ و علم والے یہی لوگ ہدایت پالینے والے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سنت پر عمل کرنے والے ہیں اور اسی طرح خلفاء راشدین کے سنت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اور جو جمہور اہل فقہ و علم و سواد اعظم سے جدا ہوا پس وہ الگ ہوا اسی آگ میں جس میں وہ داخل ہوتا ہے اے مسلمانوں کے گروہ آپ فرقہ ناجیہ کی تابع داری کرو جس کا نام اہل سنت و جماعت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد و حفاظت و توفیق ان کے موافقت میں ہے اور ان کے مخالفت میں رسوائی و ناراضگی اور مشقت ہے اور یہی طائفہ ناجیہ میں یہ چار مذاہب والے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی ہیں اور جو اس زمانہ میں ان چار مذاہب سے خارج ہو تو وہ مبتدع ہے و جہنمی ہے۔

اگر تم نے یہ کہا تمہیں کسی چیز نے واقف کیا کہ تم صراط مستقیم پر ہو اور ہر ایک اس فرقہ کا وہ اس صراط مستقیم کا مدعی ہے۔

میں کہتا ہوں یہ دعویٰ نہیں یہ آپ کا وہم قاصر ہے اور یہ قول آپ کا گمان ہے بلکہ یہ بڑے بڑے علماء و اکابر سے منقول ہیں یہی صفت اور علماء اہل حدیث سے جنہوں نے احادیث بنویہ جمع کیے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امور کو اور آپ کے احوال و افعال و حرکات و سکنات کو اور صحابہ

کرام کے احوال کو و مہاجرین و انصار کے حالات کو کہ انہوں نے احسان سے تابع داری کی جیسا کہ امام بخاری و مسلم وغیرہ یہ ان ثقہ مشہور محدثین میں سے ہیں جن کے صحت پر مشرق و مغرب والے متفق ہیں جو انہوں نے اپنی کتابوں میں حضور علیہ الصلواۃ والسلام و صحابہ کرام کے امور سے نقل کئے ہیں پھر نقل کے بعد اس کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ ان کے ہدایت پر ہو اور ان کے نقش قدم پر ہو اور اوصول و فروع میں ان کے اخلاق پر ہوں پس حکم کرتے ہیں کہ یہ ان میں سے ہے جو حق و باطل میں فرق کرنے والا ہو اور یہ جانتا ہو کہ کون صراط مستقیم پر ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہو کہ کون وہ ہیں جن کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامے ہوں گے اور بائیں ہاتھ میں (مختصر) اور اس قول کو نہیں دیکھا جاتا کہ حصر کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اور اس میں کتابوں سے نقل کافی نہیں ہے اور نہ امت تصحیح اور ترجیح سے کیونکہ اجماع قوی دلیل ہے اور زمانہ کی اجماع قوی دلیل ہے جیسا کہ صاحب مسلم نے لکھا ہے کہ اجماع حجت ہے اور یہ صحابہ کے ساتھ خاص نہیں ہے اس میں اہل ظواہر خلاف ہیں۔

ہمارے لئے سماعی دلائل ہیں اور وہ حاضرین سے خاص نہیں ہیں کیونکہ مومنوں کا راستہ اور امت کا ہر زمانہ کے ساتھ راجع ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کتب مذکورہ میں بیانگ دہل سے یہ پکار رہا ہے کہ انحصار ان چار مذاہب پر ہے اور جو مخالفین سے منقول ہیں۔ یسوطیؒ و صاحب میزان سے کہ مذاہب نو ہیں مذہب ابی حنیفہ و مالک و شافعی و احمد و نخعی و محمد بن حسن و سفیان ثوری بن عمر بن ادمو مکحول و اوزاعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے یہاں کہ صاحب میزان نے امام جعفر صادق و داؤد طائی وغیرہ بارہ آدمیوں تک شمار کئے ہیں۔ تو مخالف کہتے ہیں کہ اجماع کس طرح چار پر منحصر ہیں تو یہ قول مخدوش و مردود ہے کئی وجوہات سے۔

پہلا وجہ یہ ہے کہ اس نے محمد بن حسن کو اس میں شمار کیا ہے ائمہ کے اربعہ کے ساتھ حالانکہ وہ ان مجتہدین فی المذاہب سے ہیں جو دوسرے طبقہ میں ساتواں طبقات کے ہے اور یہ طحاوی میں تحریر ہے۔ اور یہاں ہم وہ ذکر کریں گے کہ یہ مذاہب اربعہ کی طرح شرح میں مجتہدین کے طبقہ میں سے نہیں ہے وہی طبقہ جو ساتوں میں پہلا طبقہ ہے اور ہمارا کلام مجتہدین فی الشرع کے متعلق ہے طحاوی میں ہے کہ

پہلا طبقہ مجتہدین فی الشرع کا ہے جیسا کہ صاحب مذاہب الاربعہ ہوئے یا ان جیسا کہ انہوں نے قواعد کی بنیاد رکھی اور احکام فروع ادلہ اربعہ سے نکالے اور یہ غیر مقلدین دوسرے طبقہ مجتہدین فی المذہب کا ہے جیسا کہ امام ابی یوسف و امام محمد ہو گئے کہ وہ ان دلائل سے احکام نکالتے ہیں جس کی بنیاد امام اعظم ابو حنیفہؒ نے رکھی ہے اگرچہ بعض نے اس میں خلاف کیا ہو اور اس پر وہ ممتاز ہیں مخالف سے جیسا کہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ ہوئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ داؤد طائی کو صاحب میزان نے منقول میں داخل کیا ہے اور وہ اس کے مذہب اور شاگردوں میں سے ہے تو وہ جدا مذہب کا صاحب نہیں ہو سکتا جیسا کہ درمختار میں اس کے تصریح موجود ہے اور امام استاذ ابوالقاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں فرمایا ہے اور مذہب و طریقہ میں وہ مقدم ہے وہ لکھتے ہیں کہ میں نے استاذ اباعلی دقاق سے سنا ہے وہ فرماتے کہ میں نے یہ طریقہ ابی القاسم فیروز آبادی سے لیا ہے۔ اور ابوالقاسم نے فرمایا کہ میں نے یہ طریقہ شبلی سے لیا ہے اور اس نے سری سقطی سے لیا ہے اور اس نے معروف کرخی سے اور اس نے داؤد طائی سے لیا ہے۔ اور اس نے علم و طریقہ امام اعظم ابی حنیفہ سے لیا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ انحصار مذاہب اربعہ پر اجماع سے ثابت ہے جیسا کہ ہم نے معتبر کتابوں سے نقل کیا ہے پس اس کے خلاف قول والا مذہب اہل سنت سے خارج ہے اور وہ اعتزال میں داخل ہے۔
اگر کوئی کہے کہ اس کی مراد سلف ہیں کہ ان کا مذہب دوسروں سے الگ ہو اور ان کے تابع دار باقی نہ رہ گئے ہوں اور نہ کتابیں جو تدوین ہو چکی ہو۔ پس اجماع ان چار مذاہب پر منعقد ہوا ہے اور اس کے علاوہ دوسرے مذاہب کی تقلید مقلد پر جائز نہیں ہے سوا ان چار مذاہب کے اور ان چار کے علاوہ مجتہدین کی تقلید کیا ہے جیسا کہ تم نے پہچانا تفسیر احمدی اور طحاوی کے بیان سے کہ اجماع ان چار مذاہب کے انحصار پر ہے ان کے علاوہ جو ان چار اماموں کا مخالف ہو تو ان کی تقلید مقلد کے لئے اور ان کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ پس اس جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ سلف امور اضافت سے ہے اور یہ صحیح ہے کہ اطلاق کرے اس پر جو اس سے پہلے اس کو دیکھے اور تائید ہے جو ہم نے کہا وہ جو صاحب جامع الرموز نے کہا

ہے تو یہ اس میں بعد نہیں ہے کہ ذسلف شامل ہو مجتہدین میں تمام جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا ہے کہ سلف شرع میں وہ ہے جس کے دین میں اس کے مذہب کی تقلید کی جاتی ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ اور صاحبہ و تابعین پس یہ تمام سلف ہیں جیسا کہ کنایہ میں نقل ہے۔ اصل میں سلف مصدر ہے یعنی گزر چکے ہوں اور کسی آدمی کا باپ گزر چکا ہو پس تمام اسلاف میں داخل ہیں مراد سلف سے علما کرام کا طبقہ ہے یعنی ائمہ اربعہ پس ہر جماعت جو پہلے گزر چکی ہو وہ سلف ہیں اور اس کے بعد وہ خلف ہیں پس ظاہر ہوا کہ اجماع مرکب اس پر منعقد ہوا کہ مزکور مذاہب اربعہ پر حصر ہوا۔ تلویح میں ہے یہ لغت میں ارادے کو کہا جاتا ہے فلاں نے اس پر ارادہ کیا ہے اور اتفاق بھی ہے پس کہا جاتا ہے کہ قوم نے اس پر اتفاق کیا۔ اور اصطلاح میں مجتہدین کے اتفاق کو کہا جاتا ہے جو حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی امت سے ہو ہر زمانہ میں حکم شرعی پر۔ پس مراد اتفاق علما سے یہ ہے کہ اعتقاد، قول، فعل تمام اس میں مشترک ہیں اور مجتہدین کا قید اس لئے لگایا گیا کہ عوام کی اتفاق کی کوئی اعتبار نہیں اور اس میں لام استغراق کے لئے ہے اس میں بعض مجتہدین زمانہ کی اتفاق سے احتراز کیا گیا ہے اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ سے بھی احتراز کیا کہ دوسرے سابقہ شریعتوں کے مجتہدین کے اتفاق کی اجماع مراد نہیں اور ہر زمانہ کے مجتہدین کا معنی یہ ہے کہ زمانہ خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اور احتراز کا فائدہ یہ ہے کہ اس پر یہ رد ہے جس نے یہ قید ترک کیا کہ اجماع منعقد لازم نہیں آتا آخر زمانہ تک اور تمام مجتہدین کی اتفاق اس کے علاوہ نہیں ہے اور یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ جس نے ترک کیا اس نے وضاحت تک کیا۔ لیکن تصریح کی نسبت تعریفات پر ہے۔ چلپی میں ہے کہ دونوں معانوں میں فرق یہ ہے کہ اجماع پہلے معنی پر ایک سے متصور ہو سکتا ہے اور دوسرے معنی پر کہ متصور نہیں ہو سکتا۔ مگر کئی سے اس کی حاشیہ میں ہے دوسرا معنی اصطلاح میں زیادہ صحیح ہے حسامی میں ہے لوگوں کا اس میں اختلاف ہے کہ کس سے اجماع منعقد ہو سکتا ہے پس بعض نے کہا کہ اجماع صرف صحابہ کی ہو سکتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اجماع صرف اہل مدینہ کی ہو سکتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اجماع حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی اولاد پر منعقد ہو سکتی ہے اور ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اجماع علماء ہر زمانہ کے اجتہاد و اہل عدالت کے قائم ہو سکتا ہے اور علماء کی

قلت کے لئے کوئی اعتبار نہیں ہے اور نہ ان کی زیادہ ہونے کی۔ اور نہ اس میں یہ شرط ہے کہ وہ مرنے تک اس پر قائم رہے اور نہ خواہشات والے کی مخالفت جس کی نسبت ہو یعنی خواہشات کی طرف ہو جائے اور نہ ان کی مخالفت جن کی اس باب میں کوئی رائے نہ ہو مگر جو رائی سے بے پرواہ ہو مسلم الثبوت میں ہے۔ لوگوں کو ہمیشہ تک اس پر معمول ہے اور اس پر ان کی اتفاق ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ لوگوں کا ہمیشہ معمول چار مسالک پر عمل کرنا ہے اور اس طائفہ کے لئے کوئی اعتبار نہیں ہو ان چار کے مخالف ہو۔ اور جو منہ کی شرح میں ہے کہ مجتہدین کی تقلید جائز ہے ان کے ذکر اور جو ان کے عقائد میں مشابہ ہو کیونکہ تمام مذاہب حق ہیں تو یہ قول معتمد کتب کا مخالف ہے اور جامع الرموز میں ہے جس نے بے شمار مسالک میں حق ٹھہرایا جیسا کہ معتزلہ ہو گئے تو عام آدمی کے لئے اختیار ثابت ہے کہ ہر اس مذہب کو اختیار کریں جو اس کی خواہش کے مطابق ہو اور جس نے ایک مسلک کو ٹھہرایا جیسا کہ ہمارے ذعلماء ہوئے تو عامی کے لئے ایک امام ٹھہرایا جائے گا جیسا کہ کشف میں ہے پس اگر کسی نے ہر مذہب سے جو اس میں مباح ہو اختیار کیا تو وہ پورا فاسق ہو جاتا ہے جیسا کہ شرح طحاوی فقیہہ ابن مسعود میں ہے تو اس کی اعتقاد حق و صواب ہے جیسا کہ جواہر میں نقل ہے پس قائل مذکور کے جواز کے تقلید والا اہل سنت و معتزلہ کے اقوال میں فرق نہیں کر سکے ہوں گے۔ اس وجہ سے وہ حیص بیص میں واقع ہو جاتا ہے اور جو مسلم الثبوت میں نقل ہے کہ واجب نہیں مگر وہ جو اللہ تعالیٰ نے واجب فرمایا ہے تو حکم اس کے لئے ہے اور کسی پر واجب نہیں کہ کوئی کسی آئمہ کے مذہب پر ہو تو یہ وارد نہیں حصر مزکور پر کیونکہ تقلید اجماع کے رو سے واجب ہے پس یہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہو اور اس مین کوئی شک نہیں کہ سلف کا اس پر اجماع ہے کہ انحصار ان چار مسالک پر ہے جیسا کہ دوبارہ تم نے اس کو پہچانا اشباہ وغیرہ سے پس ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کو اختیار کریں اگر ایسا نہ ہو تو حکم تلفیق سے ہے اور وہ اجماع سے باطل ہے۔

در مختار میں ہے کہ حکم اور فتویٰ مرجوع قول پر جہل ہے اور اجماع کو پھاڑنا ہے اور حکم ملفق اجماع سے باطل ہے اور عمل کے بعد تقلید سے رجوع کرنا باطل ہے اور یہ بات مذہب میں مختار ہے اور

قاضی مجتہد کے لئے اس میں خلاف ہے۔

اور جو مقلد ہے تو اس کا قضا مذہب کے خلاف ہرگز نافذ نہیں جیسا کہ قنیہ میں ہے اور تفسیر احمدی میں ہے جب اس کے لئے تابعداری لازم ہوئی تو اس پر واجب ہے کہ اس مذہب کو لازم رکھے اور دوسرے مذہب کی طرف نہ جائے کیونکہ انتقال اس پر دال ہے کہ اس کو پہلے والے مذہب میں بطلان ظاہر ہوا حالانکہ ہر مزہب والے چار مذاہب کی حقیقت میں کہتے جاتے ہیں اور جس نے انکار کیا وہ اس کے خلاف واقع ہوا۔ اور جو عبدالعلی کا قول شرح المسلم میں ہے تو یہ اس کے خطاؤں میں سے ہے وہ کہتے ہیں کہ دلائل کو انہوں نے نہیں پیش کئے ہیں۔ اس کا یہ قول قابل قبول نہیں کیونکہ اجماع دلیل قطعی ہے تو کس طرح کہتا ہے کہ انہوں نے دلائل نہیں پیش کئے تو یہ اس کے ہوس پر اطلاق کرتا ہے اور اجماع کے خلاف پر جو انہوں نے دلائل پیش کئے ہیں یہ ان کی بے ادبی ہے۔ تفسیر احمدی میں و من یشا قق الرسول کے ذیل لکھا ہے۔ یعنی ان کے راستہ کے علاوہ دوسرے راستے کی تابعداری حرام ہے تو ان کے راستے کی تابعداری واجب ہے کیونکہ ان کے راستے کی تابعداری کو ترک کرنا جنہوں نے اس راستے کو پہچانا اور دوسرے راستے کی تابعداری کی وہ اس آیت میں داخل ہے۔ یہ اس کے الفاظ تھے پس جان لو! کہ مومنوں کے راستے کی تابعداری واجب ہے اور اسی کو اجماع سے تعبیر کیا گیا۔

پس اجماع حجت قاطعہ ہوا اس سے انکار کرنے والا ایسا کافر ہے جس طرح قرآن و احادیث متواترہ سے انکار کرنے والا تو یہ خبر مشہور یا خبر واحد سے مقدم ہوا جب کہ ہم کو ہر زمانہ سے منتقل ہوا اس کے نقل کرنے میں اور جب کہ ہم کو افراد سے منتقل ہوا خبر واحد کی طرح اور لابدی ہے اجماع سے آگے دعوت دینے سے اور وہ کبھی خبر واحد سے ہوتا ہے یا قیاس سے یعنی ضروری ہے کہ ثابت ہو جائے حکم پہلے خبر واحد یا قیاس سے پھر اس پر امت کی اجماع ہو اور عزیمت وہ ہے کہ ہر ایک کہے کہ ہم نے اس حکم پر اجماع کیا ہے یا ہر ایک نے اس کام کو جائز جانا ہے اور رخصت وہ ہے کہ اس میں بعض نے کلام کیا ہو یا بعض نے کیا ہو اور بعض نے کیا ہو اور جماع کے اہل وہ ہے جو مجتہد ہو خواہشات والا نہ ہو اور نہ اس میں فسق ہو اور کسی نے کہا ہے کہ اجماع بغیر صحابہ کے نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اہل مدینہ

اجماع کے اہل ہیں۔ یہاں ہم نے تحقیق کو ترک کیا طوالت کے ڈر سے کیونکہ یہی تک اس گمراہ مولف کے لئے کافی ہے طوالت اس کو فائدہ نہیں دیتا اگر تم اس پر تورات وانجیل کیوں نہ پڑھے۔

پانچویں بحث کا جواب

یہ قول کہ قرآن کے بعض سے انکار کرنا کفر نہیں پس یہ کفر ہے جیسا کہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں ہے کہ جس نے تمام قرآن مجید سے یا کسی سورت سے یا آیت مبارکہ سے انکار قرآن کا انکار کرنا ہے پس میں کہتا ہوں کہ اگر کسی نے ایک کلمہ سے بھی انکار کیا تو بھی کفر ہے یا قراۃ متواترہ سے یا گمان کیا کہ یہ کلام اللہ سے نہیں ہے۔ یہ قول کفر کا ہے اور اسی میں یہ بھی ہے کہ جو قرآن مقدس میں لکھا ہوا ہے یہ کلام اللہ سے عبارت ہے یا حکایت ہے کلام اللہ کا۔ پس اس نے کتاب و سنت و سلف امت کے خلاف کیا۔

چھٹے بحث کا جواب

اللہ تعالیٰ کے لئے مثال کو ثابت کرنا جس کی مثل کوئی چیز نہیں وہ سب سے پہلے اس سے دلیل لاتے ہیں اللہ نور السماوات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کی نور کی مثال ایسی ہے جس طرح طاق ہے اور اس میں چراغ ہے یا قول اللہ تعالیٰ کا وللہ مثل الاعلیٰ اللہ تعالیٰ کے لئے اعلیٰ مثال ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے لیس کمثلہ شیئی وھوالسمیع البصیر اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ تو یہ گمراہی اور زندقہ ہے کیونکہ اس نے مثل و مثال کو ایک جانا اس لئے اس نے اثبات میں استدلال کیا مثال سے جو دونوں آیتوں میں واقع اور ذکر ہیں۔ حالانکہ مثل مرادف ہے مثل کا پس کس طرح مثل کی نفی کرتا ہے اور مثال کو ثابت کرتا ہے حالانکہ قرآں میں مثالوں کو بیان کرنا اللہ کے لئے منع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے فلا تضربو اللہ الامثال بیضاوی اس کے تحت لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مثال کو ٹھہراؤ کہ اس سے تم شرک کرتے ہو یا اللہ

تعالیٰ پر قیاس کرتے ہو کیونکہ مثل کا بیان کرنا حال سے تشبیہ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے اس قول فلا تجعلو اللہ مثلا" کے تحت لکھا ہے مثلھم کمثل الذی استوقد نارا مثل اصل میں نظیر کے معنی میں ہے۔ کہا جاتا ہے مثل و مثیل و مثل کشبہ و شبیہ و شبہ پر کہا جاتا ہے کہ تمام مثالوں اپنے مورد پر بیان کئے جاتے ہیں۔ اور بیان نہیں کیا جاتا مگر جس میں غرابت ہو پس اس لئے تغیر سے اس کی حفاظت ہوئی پھر ہر حال میں یہ استعارہ کے لئے آتا ہے یا صفت کے لئے یا کہانی کے لئے اس کے لئے شان ہے اور اس میں غرابت ہے مثل یہ قول اللہ تعالیٰ کا ہے۔ مثل الجنتہ التی وعدا لمتقون یا قول اللہ تعالیٰ کا وللہ المثل الاعلیٰ۔ اور جو تکمیل الایمان میں زکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مثل نہیں ہے لیکن مثال ہے مثل دیگر کی طرح اور دیگر مثال مساوی تمام صفات میں کہا جاتا ہے اور مثال میں مساوات تمام صفات میں شرط نہیں ہے مثلا" عقل کو آفتاب تمام صفات میں مثل نہیں ہے اور باوجود اسی آفتاب کو عقل کے مثل لایا جاتا ہے اس کے مناسبت سے چنانچہ محسوسات نور آفتاب سے منکشف ہے اور انکشاف معقولات عقل کے ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ اندازہ مناسبت در مثال میں کفایت کرتا ہے چنانچہ بادشاہ کو تمثیل آفتاب دیتا ہے اور وزیر کو چاند کا۔

اگر کسی نے خواب میں آفتاب کو دیکھا اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ بادشاہی پائے گا اور اگر چاند کو دیکھا تو وہ وزیر بنے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کی نور کی مثال مشکوۃ کی طرح ہے اس میں چراغ ہے اور چراغ شیشہ میں ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ مصباح وزجاجہ و مشکوۃ و درخت اور تیل کی مثل ہو اور قرآن مجید کو رسی سے تعبیر کیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ قرآں مجید کی طرح رسی نہیں ہے بلکہ یہ مثال اس سے ہے اور عالم خواب عالم مثال ہے اور نبی علیہ السلام کا دیکھنا بھی اسی قبیل سے ہے اور ان تمام باتوں کی تحقیق حجتہ الاسلام کے بعض رسائل میں ڈھونڈنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

پس مراد مثال سے استعارہ کی طریقہ سے یہ صفت ہے جیسا کہ تم نے دوبارہ بیضاوی کی تقریر سے پہچانا اور یہ تائید دیتا ہے جو ... نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے وللہ المثل الاعظیٰ کے تحت لکھا ہے کہ وہ وجوب ذاتی ہے اور مطلق غنی ہے اور بڑا سخی ہے اور صفات مخلوق سے وہ پاک ہے نہ وہ معنی پر ہے جیسا

کہ بعض نے سمجھا ہے جو ذکر ہو چکا ہے وہ ایسی تشبیہ دیتے ہیں جو موجب کفر ہے اس کا قائل کے لئے ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں فرمایا ہے قونوی کے شرح میں ہے نعیم ابن حماد نے کہا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلوق کی کسی چیز سے تشبیہ دی پس وہ کافر ہوا۔ اور جو منکر ہو ان صفات سے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کے لئے خاص کئے ہیں وہ بھی کافر ہوا۔ اسحاق ابن راہویہ نے کہا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف سے متصف کیا جو مخلوقات میں سے کسی کی ہو ان سے مشابہ کیا پس وہ کافر ہوا اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ بنانے سے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حاصل کلام یہ ہے اور اس مقصد کا لب لباب کہ واجب ممکن کے مشابہ نہیں ہوتے اور نہ ممکن واجب سے مشابہ ہے پس اللہ تعالیٰ کی صفات محدود بھی نہیں اور نہ گنتی میں آسکتی ہے اور نہ تصور میں آسکتی ہے اور نہ اس کا بعض ہے اور نہ ممیز ہے اور نہ مرکب ہے اور نہ متناہی ہے اور ما ئیہ چیز کے مشابہ ہے اور نہ ماہیہ چیزوں کی اور نہ کیفیت ہے رنگ و ذائقہ سے یا خوشبو سے اور نہ گرمی و سردی و خشکی سے وغیرہ جو صفات اجسام کی ہو اور نہ کسی مکان میں متمکن ہے نہ اونچے مکان میں اور نہ نیچے مکان میں اور نہ ان دونوں کے علاوہ اور نہ زمانہ اس پر حاوی ہو سکتا ہے جیسے کہ مشبہ و مجسمہ و حلولیہ نے سمجھے ہیں اور نہ حال ہے اور نہ محل ہے اور نہ اس پر فاضل مذکور کے قول سے رد کیا جاتا ہے جیسا کہ دوسری جگہ میں ذکر ہوا ہے اس کی تشریح میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وارد ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو احسن صورت میں دیکھا دوسری روایت میں ہے کہ میں نے ایک نوجوان کی شکل میں دیکھا امام رازی نے تاسیس التقدیس میں فرمایا ہے کہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا جائے مخلوق کی کسی صورت میں کیونکہ خواب یہ خیالات کے تصرفات سے ہیں اور وہ شکلیں خیالی شکلوں سے عالم مثال جدا نہیں ہے کیونکہ حدیث متشابہات سے ہے جیسا کہ فقہ اکبر میں کے قول میں لکھا ہے کہ اس کا ہاتھ ہے وچہرہ ونفس، فخرالاسلام نے کہا ہے کہ ہاتھ اور وجہ کا اثبات حق ہے ہمارے نزدیک لیکن یہ معلوم ہے کہ یہ اس وصف سے متشابہ ہے اور اصل کے باطل کرنا جائز نہیں عجز سے صفات کے پہچاننے میں لیف سے۔ پھر چند سطور کے بعد لکھتا ہے جو احادیث میں وارد ہیں عبارات متشابہات سے جیسا کہ یہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ہے ایک مٹھی سے جس کو تمام رنگ زمین سے لیا اور مختلف پانی سے اس کو روند ڈالا اور برابر کیا اور اس میں روح ڈالا تو حیوان حساس بنا اگرچہ جماد تھا۔ اس باب میں جو کہا گیا ہے کیونکہ امام رازی کا قول تاسیس التقدیس کا مبنی ہے۔ خیالی تصورات سے اس کے قول سے دفع کیا گیا بعض مشائخ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آخرت میں تجلیات صوری ہے اور اس سے بہت سی اشکالیں زائل ہو جاتی ہیں۔ پس یہ آواز دیتا ہے اونچی آواز سے کہ شکل سے دنیا میں دیکھنا جمہور کے خلاف تو اس کے قول ے لئے کوئی اعتبار نہیں اور جو ہم نے کہا یہ اس کی تائید ہے جو اس فاضل نے دوسری جگہ اس شرح میں نقل کیا ہے۔ ایک طائفہ تو اس طرح بھی گیا ہے کہ نیند میں جو دیکھنا ثابت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ بھی خیالی و مثالی ہے ان میں سے شیخ ابو منصور ماتریدی ہے اور کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ اس پر محققین بھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے اور بعض ہمارے اصحاب نے اس کو جائز کہا ہے لیکن بغیر کیفیت و جہت و مقابلہ و خیال و مثال سے اور انہوں نے سلف سے حکایت نقل کر کے تمسک کیا ہے۔

تذکرۃ الابرار میں ہے تمہید میں ہے دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صورت نہیں ہے اور جس نے داؤد کے فتح سے پڑھا ہے اور اس نے قصداً" یہ پڑھا تو وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ مصور مصور کا محتاج ہے تو وہ قدیم نہیں ہو سکتا۔ تو صحیح ہوا جو ہم نے کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا شکل نہیں اور نہ اس کا مثل ہے اور نہ مشابہ و نظیر یا اور نہ اس کا و شریک ہے اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ اور جو بعض کا قول شیئاللہ ہے اس سے کفر لازم ہوتا ہے اور وہ تمسک کرتے ہیں جو در مختار میں ہے۔ کسی نے قائل کو کفر سے تعبیر کیا ہے تو وہ اس اطلاق سے نہیں جیسا کہ ردالمحتار شرح درمختار میں ہے وہ لکھتے ہیں کہ شاید اس کا وجہ یہ ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی چیز طلب کی اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے مستغنی ہے اور ہر ایک اس کی طرف فقیر و محتاج ہے پس اس کے عدم تکفیر کو ترجیح دیا جاتا ہے کیونکہ ممکن ہو کہ وہ یہ کہے کہ میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ میں طلب کرتا ہوں چیز کا اللہ تعالیٰ کے عزت کے واسطے۔ (شرح وہانیہ) پس میں کہتا ہوں کہ اس عبارت سے دور ہونا ضروری ہے اور اس کا خلاف گزر چکا۔ اس کو حکم دیا جاتا

ہے توبہ و استغفار سے اور نکاح کے تجدید سے لیکن یہ انکار اس وقت ہے جو یہ نہ جانے اگر اس کا ارادہ صحیح ہو تو ظاہر بات ہے کہ پھر کوئی بات نہیں۔

اور جو بعض کا قول ہے کہ خبر واحد پر عمل نہیں کرنا چاہئے تو یہ قول مردود ہے کیونکہ دین کے باب میں یہ معمول ہے قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے اور عیون میں ذکر ہے اگر کسی ایک آدمی نے کسی عورت کے شوہر کے مرنے کی خبر لائی یا اس کے مرتد ہونے کا یا طلاق کا تو اس عورت کے لئے حلال ہے کہ وہ نکاح کریں اگر ایک آدمی نے ان میں سے سنا تو اس کے لئے حلال ہے کہ وہ گواہی کریں کہا کہ بے شک یہ دین کا باب سے ہے تو یہ خبر واحد سے ثابت ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ یہ ضروری ہے کہ مسلمان کے تکفیر سے زبان کو روکا جائے اگر اس میں ایک وجہ سے کفر مانع ہو تو یہ مسلمان سے حسن ظن کے بنا پر تو پھر تم نے اس امور کے مرتکب پر کفر کا حکم لگایا حالانکہ وہ اسلام کے مدعی بھی ہو۔ تفسیر احمدی میں اس قول اللہ تعالیٰ کی ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا اس آیت سے مقصد یہ ہے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مومن سے صرف کلمہ شہادت پر اکتفا کیا جاتا ہے یہ اس کے دل کی اطلاع میں سے ہے۔ یہ احکام کے اجراء کی نشانی ہے۔ پس دل کی تصدیق ایمان میں رکن اصلی ہے بلکہ بعض کے نزدیک وہ ایمان ہے اور جو منافقین کی مذمت قرآن میں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ جانتا ہے انسان سے جو وہ دوسرا نہیں جانتا پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کی خبر دی جس طرح تھا تو یہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ ایمان صرف زبان کا قبول نہیں جب کہ اس کا نفاق اور علامت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے ظاہر نہ ہو۔ فاضل علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں ایسے وجوہات ہوں جس سے کفر لازم اجائے اور ایسی وجہ بھی ہو جس سے کفر لازم نہیں آتا ہو پس مفتی کو چاہئے کہ مسلمان پر اچھے گمان کی وجہ سے تکفیر سے باز رہے اگر قائل کی نیت سے ایسا وجہ بھی ہو جس سے تکفیر نہ ہو پس وہ مسلمان ہے اگر اس کی نیت سے تکفیر لازم آجائے تو مفتی کا فتویٰ اس کو فائدہ نہیں دے سکتا اس کو توبہ کے لئے کہا جائے اور اس قول سے رجوع کے لئے اور اس کے بیوی کی نکاح کی تجدید کریں۔ اشباہ میں صغریٰ سے نقل ہے کہ کفر بہت بڑی چیز ہے پس مومن کو کافر نہیں ٹھہرا سکتا۔

جب تک اس سے عدم کفر کی روایت پایا جائے۔ حموی نے کہا ہے عمادیہ میں کلام کے بعد کہا ہے کہ پس جان لو کہ اگر ایک مسئلہ میں کئی وجوہات تکفیر کا ہو اور ایک وجہ ایسا ہو جس سے کفر لازم نہیں آتا ہو پس مفتی اس کے نہ کافر ہونے کی طرف رجحان کریں سلمان پر اچھے گمان کی وجہ سے پس اگر اس کی نیت اس طرح ہو پس وہ مسلمان ہے اگر اس کی نیت ۔۔ کفر لازم آتا ہو تو مفتی کا اس کے کفر پر حمل نہ کرنا اس کے لئے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

اس کو توبہ کے لئے کہا جائے اور اس قول سے رجوع و تجدید نکاح کے لئے کہا جائے اسلام کے بعد پس اگر اس نے عادۃ کلمہ شہادت پڑھا اس کے لئے وہ کوئی نفع نہیں دے سکتا جب تک اس قول سے رجوع نہ کرے جو کہا ہو۔ کیونکہ کلمہ شہادت پڑھنا عادت سے کفر زائل نہیں ہوتا اور یہ قول مختار ہے جیسا کہ فتاویٰ ظہریہ میں ہے۔

اس کا یہ قول جہاں بھی روایت پایا جائے کہ وہ کافر نہیں ہو سکتا یعنی اگر وہ روایت ہمارے مذہب کے علاوہ ہو اور دلالت کرنے والی ہو ان شرطوں کے جو تمام کے تمام سے کفر لازم آتے ہو اور اس کی شرح میں بھی ایسا ہی باب البغاۃ میں لکھا ہے اہل مذہب کے کلام میں واقع ہوتا ہے زیادہ تکفیر لیکن کلام فقہا میں نہیں ہے وہ فقہا جو مجتہدین ہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی اور کوئی اعتبار نہیں فقہا کے علاوہ اس بات کو ابن ہمام نے نقل کیا ہے اور اس میں باب المرتدین میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے یعنی کسی مسلمان کی تکفیر پر فتویٰ نہ دیں اگر اس کلام کا محمل اچھی بھی ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہو اگرچہ ضعیف روایت سے ہو اکثر الفاظ تکفیر کے جو کتب فتاویٰ میں موجود ہیں اس پر فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ محقق ابن ہمام نے کہا ہے کہ میں نے اپنے اوپر یہ لازم کیا ہے کہ اس کے متعلق میں کوئی فتویٰ نہیں دوں گا۔ مصنف نے اس کی شرح میں ذکر کیا ہے اس باب میں کہا گیا ہے یہ وہ لفظ ہے اور فتح میں ہے جس نے کفر بکا و مرتو ہوا اس لئے کہ اس نے اہانت کی پس یہ کفر ہے عناد کی وجہ سے وہ الفاظ کو یہ جو کتب فقہا سے پہچانا جاسکتا ہے۔ پس یہ اور جو اس سے قبل ذکر ہوا صریح ہے کہ وہی الفاظ تکفیر جو فتاویٰ میں مشہور ہیں۔ حقیقت میں مرتد ہونے کو لازم ہے۔ بزازیہ میں ہے اور بعض سے حکایت

کیا جاتا ہے جس کے سلف نہ ہو وہ کہتے ہیں کہ جو فتاوی میں ذکر ہے اس سے کافر ہوتا ہے تو یہ ڈرانے کے لئے ہیں نہ کہ حقیقت میں کافر ہو جاتا ہے پس یہ بات باطل ہے۔ حق یہ ہے جو مجتہدین کے نزد صحیح ہو پس وہ حقیقت پر ہے اور جو دوسروں سے ثابت ہو تو مسئلہ تکفیر میں اس پر فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ یہ عبارت حموی شرابشاہ کا تھا جو نقل کیا گیا۔ فتاوٰی برھنہ میں ہے۔ اگر کسی مسئلہ میں چند وجوہات موجب تکفیر ہو اور ایک مانع تکفیر ہو پس مفتی اس ایک مانع کی طرف میلان کر کے فتویٰ کفر پر نہ دیں۔ اگر قائل کی نیت ایسا ہو تو یہ بات مسلم ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو مفتی کا فتویٰ فائدہ نہیں دے سکتا اور اس کو توبہ و تجدید نکاح کا حکم دیں اور اگر اس کی نیت کچھ نہ ہو تو مفتی مانع پر فتویٰ حمل کریں لیکن اس کو تجدید و توبہ کا حکم دیں۔ در مختار میں ہے جان لو کہ کسی مسلمان پر کفر کا فتویٰ نہ دیں اگر اس کا کلام اچھائی پر حمل ہو سکتا ہو یا اس کے کفر میں خلاف ہو اگرچہ وہ روایت ضعیف کیوں نہ ہو جیسا کہ بحر میں تحریر کیا گیا ہے اور ابشاہ میں بھی صغری سے نقل کیا گیا ہے۔ در وغیرہ میں ہے اگر مسئلہ میں چند ایسی وجوہات ہو جس سے کفر لازم آئے اور ایک وجہ ایسی ہو جس سے کفر مانع ہو تو مفتی کو چاہئے کہ وہ مانع والی توجیہ کی طرف میلان کریں اگر اس کی نیت ایسا ہو تو ٹھیک ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو مفتی کا کفر پر حمل کرنا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ ردالمختار شرح در مختار میں ہے ظاہر یہی ہے کہ اس پر فتویٰ نہ دیں جس سے وہ قتل کا مستحق ہو اور نہ طلاق زوجہ پر حکم دیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مراد پہلا ہے کیونکہ تاویل اس کے کلام کے یہ ہے کہ مسلمان کے قتل سے اس کو دور لے جاتا ہے اگر اس کا ارادہ وہی تاویل ہو اور یہ معاملہ ظاہر کلام کے منافی نہیں جس میں بندہ کا حق ہو اور وہ بیوی کی طلاق ہے اور اس کی نفس کے مالک ہونا ہے دلیل سے اگر اس نے وضاحت کی کہ اس نے ارادہ کیا کہ وہ مباح بات کریں اور اس کے زبان پر کفری کلمہ بکا خطا سے بغیر ارادہ سے تو قاضی اس کی تصدیق نہیں کرے گا اگرچہ وہ کافر نہ ہو گا جو اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہو گا۔ پس اس سے سوچنا چاہئے اور اس سے نقل کر کے تحریر کیا ہے اور میں نے اس سے زیادہ تصریح نہیں دیکھی ہے۔ اور بہت جلد شارح ذکر کرے گا اور اگر کفر اتفاق سے ہو تو اس کا عمل اور نکاح باطل ہوتا ہے اور اگر اس میں خلاف ہو تو اس کو استغفار و توبہ و تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔

اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم احتیاط سے ہے پھر ان کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ کسی مسلمان کو گالی دینے سے انسان کافر نہیں ہو سکتا یعنی اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جا سکتا تاویل کے امکان سے پھر میں نے جامع فصولین میں دیکھا ہے۔ اس نے کہا ہے کلام کے بعد میں کہتا ہوں کہ جاننا چاہئے کہ جس نے کسی مسلمان کے دین کو گالی دی وہ کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن تاویل کا بھی امکان ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد اس کے اخلاق رویہ ہو یا معاملہ قبیحہ ہو نہ کہ حقیقت میں اسلام مراد ہو۔ پس اس جگہ یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہو جاتا۔ واللہ علم۔

نور العین میں قرار کیا ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ نکاح کے فسخ پر حکم نہیں دیا جا سکتا اور اس میں بحث وہ ہے جو ہم نے کہا۔ اور جو نکاح کے تجدید کا حکم ہے تو احتیاط کی وجہ سے اس میں کوئی شک نہیں خصوصاً" رذیل اور بے وقوف لوگوں کے حق میں جو یہ کلمات بکتے ہیں کیونکہ وہ یہ معنی کا خیال بھی ہرگز نہیں کرتے۔ خیر میں سوال کیا گیا ہے کہ اگر کسی حاکم نے کسی آدمی کو کہا کہ تم شرع پر راضی ہو پس اگر اس نے کہا کہ میں راضی نہ ہوں اور اس کلمہ سے مفتی نے فتویٰ دیا کہ وہ کافر ہوا اور اس کی بیوی طلاق ہو گئی پس کیا اس کا کفر ثابت ہوتا ہے اس پر۔ اس نے جواب دیا کہ عالم کے لئے یہ نہیں چاہئے کہ وہ اہل اسلام کے تکفیر پر سبقت کریں آخر تک یہی بحث۔ بحر میں درج ہے کہ اس نے جواب دیا پہلے اس سے کہ اس کو تعزیر دینا ضروری ہے اور اس کو سزا دینا چاہئے اس کا یہ قول اگرچہ روایت ضعیفہ سے ہو۔ علامہ رملی نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ اگرچہ روایت ہمارے مذہب، کے نہ ہو اور اس پر دلالت کرنے والا ہو کہ وہی شرطیں جس سے اتفاقا" کفر لازم ہوتا ہے۔

اس کا یہ قول جیسا کہ ۔بحر میں درج ہے اس کی عبارت کو ہم نے پہلے درج کیا اس کے قول سے پہلے اور اس کے صحت کے شرائط سے۔

اس کا یہ قول وجوہات سے ای احتمالات سے جیسا کہ ۔بحر کی عبارت سے گزر چکا تاتارخانیہ سے کہ احتمال کی وجہ سے وہ کافر نہیں ہوتا۔ اس کا یہ قول اگر ایسا نہ ہو یعنی اگر اس کی نیت ایسا نہ ہو جس سے کفر منع ہو جائے کہ اس سے ارادہ کفر کی وجہ ہو مکفر کی۔ یا اس کی نیت کچھ نہ ہو۔ تو مفتی کو تاویل کے

اس کے کلام کا کوئی فائدہ نہیں دیتا وہ اس پر حمل کریں جس سے کفر لازم نہ آئے۔ اگر کسی نے مسلمان کو اس کے دین کی گالی دی اور مفتی نے اخلاق رو پر حمل کیا کہ اس سے اس کا قتل کرانا ہے کی نفی کریں تو یہ تاویل نفع نہیں دے سکتا۔ جو اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہو مگر اگر اس نے نیت کی ہو۔

ہمیں جاننا چاہئے ان روایات مذکورہ سے مسلمان کے کافر نہ ہونے کا۔ اگر اس کا کلام کو حسن ظن پر حمل کیا جائے تو پھر تم یہ کیوں جسارت کرتے ہو کہ جو ان امور کا کرنے والا ہو اس بات سے وہ کبائر ہو حالانکہ اس سے مومن ایمان سے نہیں نکلتا جیسا کہ کتب عقائد میں اس کی تصریح موجود ہے۔ میں کہتا ہوں یہ اس وقت ہے کہ اس کی بدعت پھیلنے والی نہ ہو اور وہ لوگوں کو دعوت دینے والا نہ ہو اور اگر اس کی بدعت پھیلنے والی ہو اور لوگ اس کے اقتدا کرنے لگتے ہیں تو اس کی تکفیر کرنا جائز ہے۔ اور اس کا قتل کرنا جیسا کہ ردالمختار شرح درمختار میں ہے۔

نورالعین میں تمہید سے نقل کرتے ہیں کہ اہل ہوا سے جب ان کی بدعت ظاہر ہو جائے وہی بدعت جس سے کفر لازم آتا ہے تو ان تمام کا قتل مباح ہے جب کہ وہ رجوع نہ کریں اور توبہ نہ نکالیں اور اسلام نہ لائیں ان تمام کا توبہ قبول ہے سوائے اباحیہ و گالیہ و شیعہ یعنی سبابیہ روافض میں سے قرامطہ و زنادقہ فلافسہ میں سے کسی حال میں ان کا توبہ قبول نہیں کیا جاتا اور توبہ کے بعد اس کو قتل کیا جائے اور توبہ سے قبل کیونکہ وہ صانع کا معتقد نہیں ہے یہاں تک کہ وہ توبہ نکالے اور اس سے رجوع کریں اور بعض نے کہا ہے اگر انہوں نے لینے واظہار سے پہلے توبہ کی تو ان کی توبہ قبول کی جاتی ہے اگر ایسا نہ ہو تو پھر قبول نہیں کی جاتی۔ اور وہ امام ابی حنیفہ کے قول پر قیاس کیا جاتا ہے۔ اور وہ بہت اچھا ہے اور جو وہ بدعت جس سے کفر لازم نہ آجائے تو اس پر تعزیر واجب ہے جس وجہ سے جو ممکن ہو جو اس سے منع کریں کہ وہ جیل کے بغیر نہ ہو ان کا قید کرنا اور مارنا جائز ہے۔ اور اگر کوئی بغیر تلوار سے منع نہیں کیا جاتا اگر وہ ان کا رئیس ہو یا ان کا مقتدا ہو تو سیاستہ اس کا قتل جائز ہے۔ اور وہ مبتدع جو لوگوں کو۔ دعوت دیں بدعت کی طرف اور اس سے یہ وہم کیا جائے کہ بدعت اس سے پھیل جائے گا اگرچہ اس کے کفر پر حکم نہیں کیا جاتا لیکن بادشاہ کے لئے جائز ہے زجراً" و سیاستہ اس کو قتل کیا جائے کیونکہ

اس کا فساد اعلیٰ و عام ہو گا۔ یہاں تک کہ لوگ دین میں اس سے اثر قبول کرلیں گے۔ اور وہ بدعت جو کفر ہو تو اس کے عام دوستوں کو قتل کیا جائے گا اور اگر کفر نہ ہو تو اس کے سکھانے والے کو قتل کیا جائے گا زجر و منع کرنے کے لئے فتاویٰ برھنہ میں ہے کہ تمہید میں کہا گیا ہے کہ مبتدع کو جس کی بدعت کفر تک پہنچا ہوا ہو اس کا قتل کرنا مباح ہے مگر جب وہ توبہ کرے تو قبول کیا جائے گا۔ یہ اس وقت ہو گا جب کہ اس نے اظہار نہیں کیا ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر ایسا نہ ہو گا اور امام صاحب کے قول پر قیاس ہے اور اگر بدعت کفر تک نہ پہنچا ہو تو پھر موجب کرنا جائز ہے زجر و سیاست کی وجہ سے۔ تذکرۃ الابرار و الاشرار میں ہے اگر بدعت اس کا کفر ہو تو ان عام کا قتل مباح ہے اور اگر بدعت فسق کا ہو تو ان تمام کو قتل نہ کیا جائے مگر اس کو قتل کیا جائے جو ان کا رئیس اور امام ہو یہ زجر اور منع کے لئے ہے۔ ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں ہے۔ پھر اس میں کوئی جھگڑہ نہیں کہ گناہ میں سے یہ بھی ہے کہ شارع تکذیب وحی کی نشانی ٹھہرائی ہو اور اس کی ماہیت دلائل شرعیہ سے جاننا جیسا کہ بت کو سجدہ ہونا اور قرآن شریف کو گندگی میں ڈالنا اور کفری لفظ کہنا وغیرہ جو دلائل سے ثابت ہو کہ یہ کفر ہے۔ اس عبارت سے وہ اعتراض دفع ہوتا ہے کہ جو کہتا ہے کہ ایمان جو تصدیق اور اقرار سے عبارت ہے پس نہیں ہو سکتا جو زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق کفر کے اشیاء میں سے کسی چیز کا کریں اور یا الفاظ کر کے وہی کفری الفاظ جس سے تکذیب اور شک کی گنجائش نہ ہو۔

تکمیل الایمان میں ہے کہ گناہ اس کے ایمان پر غالب نہیں آیا ہو اور اس کے ایمان کے کاملیت کے لئے ضرر نہ دیں مگر جو اسی گناہ کو حلال جانے یا اس کی اہانت کرے یعنی حلال کو حرام جانے یا گناہ کو ہلکا جانے اور یہ خود کفر ہے اور تصدیق کی منافی ہے ولیکن اگر حرا کو حرام جانے اور گناہ کو گناہ کا عقیدہ رکھے اور بشریت و غلبہ شہوت سے پھسل جائے تو وہ کافر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ تصدیق دل سے منافات نہیں رکھتا اور تصدیق قلبی کہ حقیقت ایمان ہے اور اس نے دل سے ایمان لایا ہے اور مسلمان ہوا ہے لیکن اعضاء سے دل کی فرمان برداری سے نہیں جاتا خصوصاً" اس وقت جو خوف و عذاب سے ڈرنے والا ہو اور مغفرت کا بھی امید رکھتا ہو اور توبہ کی ارادہ بھی رکھتا ہو اور باوجود اس کے اس کو مغرور

نہیں ہونا چاہئے کہ گناہ کی خرابی اس کے دل کی صفائی اور تازگی کو اس طرح لے جائے گی کہ اس کا دل کالا ہو جاتا ہے اور سختی قلب لاتا ہے ایک درجہ کفر کو نزدیک ہو جاتا ہے اور اگر ہمیشہ عادت رکھے تو کفر کے گھاٹی میں واقع ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب گناہ بندہ سے سرزد ہو جائے تو ایک کالا داغ اس کے دل پر پڑ جاتا ہے اگر توبہ کرے تو وہ اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے اور اگر توبہ نہ کرے تو وہ سیاہی اس کے دل پر پھیل جاتی ہے اور تمام دل پر چھا جاتی ہے۔ اور اگر اس طرح سیاہی اور گناہ متواتر کرے تو گناہ اور برائی اس کو گھیرے لیتی ہے اور سیاہی سے اس کا دل کالا ہو جاتا ہے اور ایمان کے قبول اور حق بات کے سننے کے لئے کوئی جگہ نہیں رہتا اور قرآن میں ختم یا طبع کے الفاظ کا مفہوم بھی یہی ہے کلا بل ران علی قلوبھم و ختم اللہ علی قلوبھم اشارہ اس طرف ہے۔ پس گناہ اگرچہ مومن کو ایمان سے نہیں نکالتا لیکن خوف ہے کہ اس کو آہستہ آہستہ کفر کی طرف لے جائے گا اور حد پر کھڑا ہونا سلامتی کے لئے ضرور ہے اور وہ تین چیزوں سے زیادہ نہیں ہے۔ نیت لقمہ کہ اس سے بھوک ختم ہوتا ہے و خرقہ کہ اس سے عورت پوشیدہ ہو جاتا ہے اور مکان کہ گرمی و سردی کو اس میں پناہ لیتا ہے اور ضروریات کی حد متوسط کی طرف مباحات لے جاتا ہے اور مباحات میں وسعت شبہات و مکروہات لے آتا ہے اور مکروہات میں واقع ہونے والا محرمات کے مرتکب ہو جاتا ہے اور اسی جگہ دار اسلام کی سرحد تمام ہو جاتا ہے اور اس کے دوسری طرف دار کفر ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ تذکرۃ الابرار والاشرار میں ہے ردالبدع میں آیا ہے کہ بندہ گناہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا لیکن اس گناہ کو گناہ نہ سمجھنا کفر ہے اور گناہ نہ سمجھنا کہ بندہ جھوٹ بولے یا غیبت کرے اور یا مومن کو آزاد کرے اور دل میں اس کا کوئی خوف و پشیمان ہونے میں ترس نہ کرے اور بہت سے لوگوں سے ایمان چلا جاتا ہے اور ان کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ پس ثابت ہوا کہ کبیرہ کو کبیرہ نہ جاننا اور اس کی تحقیر کفر ہے پس جس نے ارادہ کیا کہ وہ مسلمان ہو تمام طوائف اسلام میں سے تو اس کو چاہئے کہ تمام گناہوں سے وہ اپنے آپ کو بچائے خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اور گمراہ صوفیوں کے مجلسوں سے وہ احتراز کرے اور ان کے فاسد عقائدوں سے یہاں تک کہ وہ حیصہ' بیصہ میں واقع نہ ہو جائے اور شریعت کے خلاف ہرگز عمل نہ کرے۔ ملا علی قاری نے کہا ہے جس نے کلمہ کفر کہا

اور دوسرا اس پر ہنسا وہ کافر ہوا اور اگر نصیحت کرنے والے نے بات کی اور قوم نے اس کو قبول کیا تو وہ تمام کافر ہو جاتے ہیں۔ یعنی اگر واعظ نے بات کی یا مدرس نے یا منصف نے اور قوم نے اس بات کی اعتقاد رکھی جس پر انہوں نے اطلاع پائی تو وہ کافر ہو گئے اور ان کے لئے کوئی عذر نہیں ہے اس میں ہاں اگر وہ کفر مختلف فیہ ہو اور کسی نے کہا ہے اگر قوم نصیحت کرنے والے کے پاس خاموش تھے اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کفر کے کلمہ کے بعد وہ کافر ہوئے اور یہ محمول ہے کہ وہ یہ جانتا تھا کہ یہ کلمہ کفر ہے اور اسی میں ہے کہ ہر ایک پر واجب ہے کہ کفریات کو اچھی طرح جانے اعتقادیات کے جانے سے زیادہ کیونکہ دوسرے میں ایمان اجمالی بھی کافی ہے برخلاف پہلے کے کہ اس میں علم تفصیلی معین کیا جاتا ہے اور ہمارے امام صاحب کے مذہب میں خواہ مخواہ اور اس لئے کہا گیا ہے کہ اسلام میں داخل ہونا آسان ہے اس کے مقاصد کے حصول میں اور احکام پر ثابت ہونا مشکل ہے تمام جہان میں اور اللہ تعالیٰ کا قول اس پر اشارہ کرتا ہے ان الذین قالو ربنا اللہ ثم استقامو الا یتہ (ترجمہ) بے شک وہی لوگ جو کہتے ہیں کہ اب ہمارا اللہ ہے اور پھر اس پر قائم رہے اور کسی نے کہا ہے کہ استقامت ہزار کرامات سے بہتر ہے۔ ایک طائفہ میں سے یہ بات مروی ہے کہ ان میں سے ایک نے ابی یزید کے ہمسایوں میں سے ایک سے کہا کہ اسلام لاؤ پس اس نے کہا کہ اگر اسلام ابی یزید کی طرح لاؤ تو میں اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ وہ اپنے وعدہ سے نکلے اور اگر اسلام تمہارے اسلام کی طرح ہو تو مجھے تمہاری حالت احکام میں تعجب نہیں دیتا۔

پس جان لو کہ اگر تمام فرقوں کے نزدیک مسلمان ہو تو اس پر لازم ہے کہ تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے توبہ کریں خواہ وہ اعمال ظاہرہ سے تعلق رکھتا ہو یا اخلاق باطنہ سے پھر اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے نفس کو اقوال و افعال و احوال جو انتداد میں واقع ہونے کو سے اپنے آپ کو بچائے۔ نعوذ باللہ معاذ اللہ کیونکہ یہ اعمال کو ختم کرتا ہے اور انجام خاتمہ اس پر برا ہوتا ہے اور اگر وہ اس پر قدرت رکھتا ہو اور اس سے ردت صادر ہو جائے تو وہ توبہ کریں اور کلمہ شہادت کی تجدید کریں کہ اس کو سعادت واپس ہو جائے۔ طریقہ محمدیہ میں ہے کہ پس ظاہر ہوا اس سے کہ جو بعض صوفیاء دعویٰ کرتے ہیں ہمارے زمانہ

میں کہ اگر وہ بعض امور شرع کے مخالفت پر اگر ان پر کوئی انکار کریں اور وہ حرمت علم ظاہر میں ہو اور اگر وہ اصحاب علم باطن کے ہو اور وہ اس کے لئے حلال ہو پس یہ قرآن پر عمل کروائے اور اگر ہم پر اس کا اشکال ہو جائے تو ہم اس سے پوچھیں گے اگر قناعت حاصل ہوا تو ٹھیک ہے اگر ایسا نہ ہو تو ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ ہوں گے کہ ہم اس سے لیں گے اور اس طرح خلوت میں بھی اور شیخ کی ہمت سے کہ وہ ہم کو اللہ تعالیٰ سے ملائے کہ ہم پر علوم منکشف ہو جائے پس ہم کتاب و مطالعہ و پڑھنے کی احتیاج نہ ہوں گے۔ استاد پر اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنا علم ظاہر و شرع کے بغیر نہیں اور اگر ہم باطل پر ہو تو ہمیں یہی حالت سینہ اور کرامات عالیہ اور مشاہدات انوار کے اور انبیاء علیہم السلام کے دیکھنا ہمیں کب حاصل ہو گا۔ اور اگر ہم سے مکروہ یا حرام صادر ہو جائے تو ہمیں خواب کے ذریعہ تنبیہہ ہو گا اور ہم اس کے حلال و حرام پہچانیں گے اور اگر ہم نے نہیں کیا جو تم نے کہا تھا کہ یہ حرام ہے اور خواب کے ذریعہ ہمیں منع نہ کیا گیا تو ہم جان گئے کہ یہ حلال ہے۔ اس طرح بکواسات تمام بے دینی اور زندقہ و گمراہی ہے اس لئے کہ اس سے شریعت حنفیہ اور کتاب و سنت بنویہ پر عدم اعتماد ہے اور کتاب و سنت میں بطلان کو جائز مانا (العیاذ باللہ) پس اس شخص جو یہ سنے اس پر لازم ہے کہ اس کے کہنے والے پر انکار کریں اور اس باطل قول پر بغیر شک و تردد و توقف زجر کریں اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو وہ بھی اسی طرح ہے تو اس پر زندقہ کا حکم کیا جاتا ہے۔

جان لو کہ جو طائفہ وہابیہ نجدیہ کے معتقدات ہم نے ذکر کیا تو اس کے کفر پر کوئی شک نہیں جیسا کہ ہم نے معتبر روایات کے ذریعہ ثابت کیا جو معتبر کتب سے تھیں پس جس شخص میں یہ اقوال فاسدہ اور افعال باطلہ پایا جائے خواہ وہ اجتماع یا انفراد کے روایت سے ہو یا عادل گواہوں کے ذریعہ سے ہو۔ پس وہ کافر و زندیق ہے اس سے اجتناب ضروری ہے اور اس کے مجلس سے پس جو اس پر راضی ہوا یا یہ اعتقاد رکھا کہ وہ مسلمان ہے تو وہ بھی اسی طرح کافر ہے جو ہم نے آپ کو مفصل بتایا اور جو اس سے واقف نہ ہو اس کو بتانا ضروری ہے کہ وہ اس پر خبردار ہو جائے اور اس سے بچے اور اس پر رد نہیں کیا جاتا کہ یہ غائب پر حکم ہے اور اسی لئے جائز نہیں کہ یہ مذہب شافعیہ میں ہے ہم کہتے ہیں ہاں کہ میں نے حنفیہ سے

روایت کو پایا ہے تو جواز پایا گیا۔ جیسا کہ ردالمختار میں ہے اور جامع الفصولین میں ہے کہ اس میں مختلف رائیں اور بیان ہیں غائب کے متعلق مسائل پر حکم اور اس پر اور ان سے اصل قوی و ظاہر منقول نہیں کہ فروع پر بنا کیا جائے بغیر اضطراب کے اور بغیر اشکال کے۔ اور میرے نزدیک یہ ظاہر ہے کہ وقائع میں فکر کیا جائے اور احتیاط کیا جائے اور حرج و ضروریات کو ملاحظہ کیجئے۔ تو اس کے اندازہ کے مطابق فتویٰ دیا جائے گا جواز و فساد کا مثلاً "اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور وہ شہر سے غائب ہوا اور اس کا مکان معلوم نہ ہو سکتا تھا یا پہچانا جا سکتا تھا لیکن وہ حاضر ہونے سے عاجز تھا یا اس کی طرف سفر کریں وہ یا اس کا وکیل بعد کی وجہ سے یا کسی دوسرے مانع کی وجہ سے اور اسی طرح قرض دار غائب ہو اور اس کے پاس نقدیت تھا اپنے شہر میں وغیرہ تو اس میں غائب کے لئے رعایت ہے اور قاضی کا گمان اس پر ہوگا کہ یہ حق ہے اور اس پر تعزیر اور حیلہ نہیں ہے۔ تو چاہئے کہ اس پر حکم کریں اور اس کے لئے کریں اور اسی طرح مفتی کے لئے چاہئے کہ اس کے جواز پر فتویٰ دیں تو یہ حرج اور ضروریات کے دفع کرنے کے لئے ہے اور حقوق کے تحفظ کے لئے ہے کہ ضائع نہ ہو جائے۔ اس بات کے ساتھ کہ وہ اس میں کوشش کرنے والا ہے اور آئمہ ثلاثہ تین اس طرف گئے ہیں اور اس مین دو روایت ہیں ہمارے اصحاب سے اور چاہئے کہ غائب کی طرف سے ایک وکیل مقرر کیا جائے اور وہ اس غائب کی رعایت کریں اور اس کے حق میں کمی سے کام نہیں لیں گے اور نور العین میں اس بات کا اقرار کیا گیا ہے میں کہتا ہوں کہ تائید کرتا ہے تو قریب ذکر ہوگا مسخر کے باب میں اور اسی طرح فتح میں باب مفقود میں ہے کہ غائب پر قضا جائز نہیں ہاں اگر قاضی اس میں مصلحت دیکھ لیں تو وہ نافذ کرے گا کیونکہ وہ اس میں کوشش کرنے والا ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ ظاہر بات ہے کہ اگر قاضی حنفی ہوگا اگرچہ ہمارے زمانہ میں ہو اور جو گزر گیا یہ اس کی منافی نہیں ہے کیونکہ یہ تجویز مصلحت اور ضروریات کے لئے ہے اور خواہرزادہ کا قول اس کے مقابل ہے کیونکہ اس نے فتویٰ جواز قضا غائب پر لگایا ہے۔

اور وہ عین قضا ہے غائب پر۔ بحرالرائق۔ ودالمختار کی عبارت بقدر حاجت ختم ہوا۔ جان لو کہ قاضی سے وہ قاضی مکروہ نہیں ہے جو بادشاہ وقت سے ملنے والا ہو۔ نہ ہو یہاں تک کہ وہ قضا نافذ نہیں کر سکتا

ہاں اگر تمام مسلمان متفق ہوجائیں اور انہوں نے ایک کو چن لیا تو وہ قاضی بنا تو وہ بھی اس طرح قضا نافذ

کرسکتا ہے۔ جیسا کہ ردالمختار میں ہے اور فتح میں ہے اور اگر بادشاہ نہ ہو اور نہ وہ شخص ہو جس کی مانی

چاہئے جیسا کہ بعض مسلمانوں کی شہر میں ہے اور ان میں کفار غالب ہوں جیسا کہ قرطبہ ہوا تو مسلمانوں پر

واجب ہے کہ ایک پر تمام متفق ہوجائیں اور وہ والی کو بنائے تو وہ قاضی بنائے لیکن وہی جو ان کے

درمیان سے فیصلے دے سکتا ہو اور اسی طرح امام بھی ہو سکتا ہے جو جمع پڑھا سکتا ہو اور یہ وہی خطیب ہوگا

کہ لوگوں کے نفوس اس پر مطمئن ہوں تو وہ یہ کام کرے گا۔ یہ رسالہ جمعرات کے دن رجب کے مہینہ

میں ۱۲۸۱ اختتام پذیر ہوا۔

مہر کاتب

بروز جمع ۲۱ اپریل ۱۹۸۹ء بوقت نو بج کر دس منٹ پر اختتام پذیر ہوا۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وال واصحابہ اجمعین۔